هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد12

جمعۃ المبارک 29/اپریل 2005ء

20/ربیع الاوّل 1426 ہجری قمری ❁ 29/شہادت 1384 ہجری شمسی

شمارہ 17

دعا کی قبولیت پر یقین

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے دعا اس حال میں کرو کہ تم دعا کی قبولیت پر یقین رکھتے ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور غیر سنجیدہ دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب فی جامع الدعوات)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

عقیدۂ حیاتِ مسیح کے نقصانات

تم میری دشمنی نہیں کرتے بلکہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہو۔

’’کیا تم کو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مسیحؑ کی خدائی ثابت کرو۔ عیسائیوں کے اس مُردہ خدا کو کہیں تو مرنے دو۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو تم کہتے ہو کہ ہم مسیح علیہ السلام کو محض ایک بندہ اور نبی مانتے ہیں، دُوسری طرف اُن کی نسبت ایسے عقیدے رکھنے چاہتے ہو جو اُن کو خدا بناتے ہیں۔ اس کی وہی مثال ہے کہ ایک شخص تو کسی کی نسبت کہتا ہے کہ وہ مر گیا، مگر دُوسرا کہتا ہے کہ نہیں، مرا تو نہیں مگر نبض اُس کی نہیں چلتی۔ بدن بھی ٹھنڈا ہو گیا ہے، سانس بھی نہیں آتا۔ اے دانشمندو! غور تو کرو اُس کے مرنے میں کیا شک رہا جس کی زندگی کا کوئی بھی اثر نہیں پایا جاتا۔

تم کہتے ہو کہ مسیحؑ خدا نہیں، مگر مانتے ہو کہ وہ آج تک زندہ ہے اور زمانہ کے اثر سے محفوظ اور لا تبدیل غیر متغیّر ہے۔

تم کہتے ہو کہ مسیحؑ خالق نہیں۔ مگر مانتے ہو کہ اس نے بھی چڑیاں بنائیں تھیں جو اِن چڑیوں میں مِل گئی ہیں۔

تم کہتے ہو کہ مسیحؑ عالم الغیب نہیں، مگر یہ مانتے ہو کہ وہ تمہارے کھانے پینے کی چیزوں اور تمہارے گھروں کے ذخیروں کی اطلاع دے دیتا تھا۔

بڑے شرم کی بات ہے کہ مسلمان کہلا کر، ایک خدا کو تمام صفاتِ کاملہ سے موصوف مان کر، پھر اُس کی صفات ایک عاجز انسان کو دو۔ کچھ تو خدا کا خوف بھی کرو۔ یہی باتیں ہیں جنھوں نے نصاریٰ کی قوم کو جرأت دلا دی اور اُنھوں نے تمہاری قوم کا ایک بڑا حصّہ گمراہ کر ڈالا۔

تمہیں کب خبر ہوگی؟ جب سارا گھر لُٹ چکے گا؟ تم میری ساتھ دشمنی نہیں کرتے مگر اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہو۔ مَیں نے کونسی انوکھی بات کہی تھی۔ مَیں تم سے کیا کچھ مانگتا ہوں؟ پھر مجھ سے عداوت کی کیا وجہ؟

کیا اس لئے کہ مَیں کہتا ہوں کہ ایک ہی کاملِ الصفات ذات ہے جو عبادت کے قابل ہے۔ اس کے صفات کسی انسان کو نہ دو۔

کیا اس لئے کہ مَیں کہتا ہوں کہ دُنیا میں ایک ہی کامل انسان گزرا ہے جس کا نام محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

کیا اس لئے کہ مَیں کہتا ہوں کہ مسیح کے درجات کو رسول اللہ ﷺ کے درجات سے ہرگز نہ بڑھاؤ اس لئے کہ وہ اُن صفات سے ہرگز موصوف نہیں جن سے تم موصوف مانتے ہو۔ خدا کے لئے سوچو! یاد رکھو کہ آخر مرنا ہے اور خدا کے حضور جانا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 287-286)

❁❁ ❁ ❁❁

فرمودات خلفاء

رسموں کو چھوڑ دو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

دیکھو جب محمد رسول اللہ ﷺ آئے اور آ کر کہا کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور کوئی اُس کا شریک نہیں ہے اُس وقت اُن کے سارے رشتہ دار بتوں کے آگے سجدے کرتے اور اُن کو خدا تعالیٰ کا شریک سمجھتے تھے۔ اکثر عورتوں کو معلوم ہوگا کہ مجاوروں کا گزارا لوگوں کی منتوں پر ہی ہوتا ہے۔ احمدیت سے پہلے تم میں کئی عورتیں خانقاہوں پر جاتی ہوں گی یا جن کو احمدیت کی تعلیم سے ناواقفیت ہے اور جو اپنے مذہب میں کمزور ہیں ممکن ہے وہ اب بھی جاتی ہوں، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ مجاوروں کی آمدنی اُنہی لوگوں کے ذریعے ہوتی ہے جو وہاں جاتے ہیں۔ تو مکّہ والے بتوں کے مجاور تھے اُنہوں نے کعبہ میں بت رکھے ہوئے تھے جن پر لوگ دور دور سے آ کر نذریں چڑھاتے تھے جنہیں وہ آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ یا لوگ بتوں کی پرستش کے لئے وہاں جمع ہوتے اور وہ تجارت کے ذریعہ اُن سے فائدہ اُٹھاتے تھے اس لئے بتوں کو چھوڑ دینے سے وہ سمجھتے تھے کہ ہم بھوکے مر جائیں گے۔ رسول کریم ﷺ کے سارے رشتہ دار ایسے ہی تھے جن کا گزارا بُتوں پر تھا۔ مگر رسول کریم ﷺ جب کھڑے ہوئے تو آپ نے کسی رشتہ دار کی پرواہ نہ کی اور بڑے زور کے ساتھ کہہ دیا کہ صرف خدا ہی ایک معبود ہے باقی سب معبود جھوٹے ہیں۔ یہ بات آپؐ کے رشتہ داروں کو بہت بُری لگی اور انہوں نے تکلیفیں دینا شروع کر دیں۔ ایک دن رسول کریم ﷺ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور لوگوں کو بُلایا۔ جب لوگ آ گئے تو کہا تم جانتے ہو میں جھوٹ بولنے والا نہیں۔ اُنہوں نے کہا ہم جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر موجود ہے جو مکّہ کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو تم مان لوگے؟ اُنہوں نے کہا ہاں ہم مان لیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تو میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا عذاب تم پر آنے والا ہے تم اُس سے بچ جاؤ اور شرک کر کے خدا تعالیٰ کے عذاب کے مستوجب نہ بنو۔ یہ بات سن کر وہ گالیاں دیتے چلے گئے اور کہنے لگے یہ تو سودائی ہو گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور پہلے کی طرح اُن کو شرک سے روکتے رہے۔ اِس پر لوگ جمع ہو کر رسول کریم ﷺ کے چچا کے پاس گئے اور جا کر کہا اپنے بھتیجے کو سمجھاؤ یہ ہمارے بتوں کی مذمّت کرتا ہے باز آ جائے۔ رسول کریم ﷺ کے چچا نے لوگوں سے کہہ دیا کہ جو بات وہ سچے دل اور پورے یقین کے ساتھ کہتا ہے وہ کس طرح چھوڑ سکتا ہے۔ آخر بڑے بڑے لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور جا کر کہیں کہ جو تم کہو گے مان لیں گے لیکن تم بتوں کے خلاف کہنا چھوڑ دو۔ چنانچہ لوگ گئے اور جا کر کہا کہ ہم قوم کی طرف سے آئے ہیں اور تم بہت اچھے آدمی ہو ہم نہیں سمجھتے تم قوم کو تباہ ہونے دو گے ہم تمہارے پاس ایک پیغام لے کر آئے ہیں اس کو قبول کرو تا کہ تفرقہ نہ پڑے اور ہماری قوم تباہ نہ ہو۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا سناؤ کیا پیغام لائے ہو۔ انہوں نے کہا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر تمہیں مال کی ضرورت ہو تو ہم تمہیں مال جمع کر کے دے دیں اور اگر تم کسی اعلیٰ گھرانے میں رشتہ کرنا چاہتے ہو تو امیر سے امیر گھرانے کی اچھی سے اچھی عورت سے رشتہ کرا دیتے ہیں اور اگر یہ چاہتے ہو کہ لوگ تمہاری باتیں مانیں تو ہم لکھ دیتے ہیں کہ جس طرح سے تم کہو گے اسی طرح ہم کریں گے، اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں مگر تم یہ نہ کہو کہ ایک ہی خدا ہے اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا جواب رسولِ کریم ﷺ نے کیا دیا؟ یہ کہ اگر تم سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں لا کر بھی رکھ دو پھر بھی میں تمہاری یہ بات نہ مانوں گا۔

مگر عورتیں کہتی ہیں کہ اگر ہم نے فلاں رسم نہ کی تو محلّہ والے کیا کہیں گے۔ اب تو رسمیں کم ہوتی ہیں تاہم ہندوؤں کی رسمیں جو مسلمانوں میں آ گئی ہیں انکے متعلق سوچنا چاہئے کہ ان کا کیا فائدہ ہے۔ عقلمند انسان وہی کام کرتا ہے جس میں کوئی فائدہ ہو۔ مگر آجکل بیاہ شادیوں میں جو رسمیں کی جاتی ہیں ان کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟۔ کچھ بھی نہیں۔ صرف اس لئے کی جاتی ہیں کہ ہمارے باپ دادا کی رسمیں ہیں۔ مگر جن لوگوں میں ایمان داخل ہو جاتا ہے اور دین پر عمل کرتے ہیں وہ ہرگز اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کے باپ دادا کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے کفر سے نکال کر ایمان جیسی نعمت عطا کی اسلئے آپ سے بڑھ کر کسی کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ لیکن افسوس کہ لوگ آپ کو چھوڑ کر باپ دادا کی رسموں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور چونکہ یہ باتیں زیادہ تر عورتوں میں پائی جاتی ہیں اس لئے ان کی حالت بہت ہی قابلِ افسوس ہے۔ (الأزهار لذوات الخمار صفحہ 37-35)

❁❁❁❁ ❁❁❁ ❁❁❁❁

اداریہ

مشرقی افریقہ

جماعت احمدیہ کے تعلق میں سرزمین افریقہ کو یہ اوّلیت حاصل ہے کہ وہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی پیغام احمدیت پہنچ گیا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض صحابی وہاں پہنچے۔

مشرقی افریقہ میں احمدیہ مشن کا قیام بھی غیر معمولی حالات میں ہوا۔ برطانوی نوآبادی ہونے اور قریب ہونے کی وجہ سے ہندوستان سے تاجر اور ملازمت پیشہ لوگ وہاں قسمت آزمائی کے لئے بآسانی جاسکتے تھے۔ وہاں جب ریل گاڑی کا اجراء ہوا تو ہندوستانی مزدور اور کاریگروں کو تجربہ کار اور محنتی سمجھے جانے کی وجہ سے بہت بڑی تعداد میں وہاں پہنچنے اور آباد ہونے کے مواقع حاصل ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی اپنی دینداری اور بہتر اخلاق کی وجہ سے ترقی کے بہتر مواقع حاصل کرنے لگے تو دوسرے لوگوں کو بھی توجہ پیدا ہوئی اور نیک فطرت لوگ احمدیت میں شامل ہونے لگے جس پر وہاں بھی مخالفت شروع ہوگئی۔ مخالفت کی اس رَو سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور احمدیت کو ناکام بلکہ ختم کردینے کے خیال سے مخالفوں نے پنجاب سے ایک مولوی کو وہاں بلانے کا انتظام کیا۔ ان مولوی صاحب کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ مختلف شہروں میں جلسوں کا انعقاد مخالفت میں اور اضافہ کا باعث بنا۔ احمدیت کی مخالفت تو کامیابی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ قادیان میں جب ان حالات کا علم ہوا تو وہاں سے حضرت مولانا شیخ مبارک احمد صاحب، ایک نوعمر مگر پرجوش مبلغ کو وہاں بھجوایا گیا۔

مشرقی افریقہ کی مختصر سی جماعت جو مخالفت کی شدت کی وجہ سے پہلے ہی تبلیغ و قربانی کے فرائض کو عمدگی سے ادا کر رہی تھی مگر شیخ صاحب کی آمد سے ان میں ایک نئی روح اور ولولہ پیدا ہوگیا۔ مخالف مولوی صاحب کو ان حالات کا پوری طرح اندازہ نہیں تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ بھولے بھالے جاہل لوگوں میں اپنی علمیت اور زبان کی تیزی و طراری کی وجہ سے قبولیت حاصل کر کے ہیرو بن جائیں گے۔ مگر جب ان کو جماعت کے ایک ایسے عالم باعمل سے مقابلہ کرنا پڑا جو جذبہ وقف سے سرشار تھا تو انہوں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ چپکے سے واپس گھر چلے جائیں۔ تاہم محترم شیخ صاحب کو وہاں لمبا عرصہ قیام کی توفیق حاصل ہوئی اور میدان جہاد میں بڑی بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ مختلف اہم شہروں میں مساجد اور مشن ہاؤسز کا قیام عمل میں آیا۔ مشہور عیسائی منادُ بلی گراہم' کو قبولیت دعا اور شفا بخشی کے سلسلہ میں چیلنج دیا گیا اور اس چیلنج کو قبول کرنے میں ناکامی سے مشرقی افریقہ بلکہ ساری دنیا کو پتہ چلا کہ مسیح موعود علیہ السلام علمی اور روحانی طور پر ''کسر صلیب'' کا کام سرانجام دے چکے ہیں۔ اور اسلام کے مقابلہ میں صلیبی مذہب کھڑا نہیں ہوسکتا۔

مشرقی افریقہ کے مشن کو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک بہت بڑی خدمت کی توفیق ملی کہ پہلی دفعہ سواحیلی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کر کے اسے وسیع پیمانہ پر شائع کیا گیا۔ یہ سعادت مکرم شیخ مبارک احمد صاحب اور ان کے ساتھی مبلغین مکرم شیخ امری عبیدی صاحب مرحوم، مکرم مولانا محمد منور صاحب، مکرم مولانا جلال الدین قمر صاحب کے حصہ میں آئی۔ اس طرح اس ''تاریک براعظم'' کو قرآنی روشنی سے منور کردیا گیا۔

مکرم شیخ امری صاحب بھی مشرقی افریقہ مشن کو ملنے والا ایک خوبصورت پھل تھا۔ طالب علمی کے زمانہ میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ زندگی وقف کردی۔ بہت جوش و جذبہ کے ساتھ تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں ماریں بھی کھائیں مگر ہمیشہ ثابت قدمی کے ساتھ خدمت کے میدان میں آگے سے آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ جامعہ احمدیہ ربوہ میں مزید تعلیم کے لئے گئے۔ ان کے ساتھی طالبعلم بتاتے ہیں کہ آپ بہت محنتی اور مخلص نوجوان تھے۔ رات دیر تک مطالعہ کرتے اور صبح بہت جلد اٹھ کر عبادت میں مصروف ہوجاتے۔ تعلیم مکمل کر کے واپس آئے تو آپ کی ملکی خدمات کے پیش نظر آپ کو وزارت کی پیشکش کی گئی جو آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی اجازت سے قبول کرلی اور اس طرح جماعتی خدمات کے علاوہ شاندار ملکی خدمات کی توفیق پائی۔ آپ سواحیلی زبان کے بلند پایہ شاعر تھے۔

مشرقی افریقہ مشن کو یہ خصوصیت بھی حاصل رہی ہے کہ یہاں خدمت بجالانے والے مبلغین سواحیلی زبان سیکھ کر مقامی زبان میں تبلیغ و اشاعت اور رفاہی خدمات بجالاتے رہے۔ مکرم مولانا محمد منور صاحب اور مکرم مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رفیق سواحیلی زبان کی مہارت کے لحاظ سے بھی بہت اچھی شہرت کے مالک تھے۔

قرآن مجید کے علاوہ سواحیلی زبان میں اہم اسلامی مضامین پر مشتمل نہایت عمدہ لٹریچر تیار کیا جو اپنی افادیت کی وجہ سے احمدی احباب کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی بہت مقبول ہے۔

مشرقی افریقہ مشن کی طرف سے East African Times اور Mapenzi ya Mungu دو اخبار بھی نکلتے رہے ہیں۔ ثانی الذکر اخبار اب تک باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے۔

برطانوی اقتدار سے آزادی کے بعد انتظامی لحاظ سے مشرقی افریقہ تین مختلف ملکوں یعنی تنزانیہ، یوگنڈا اور کینیا میں تقسیم ہوگیا۔ تینوں ملکوں میں ہمارے مشن بڑی کامیابی سے جاری ہیں۔ یہ ممالک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوچکے ہیں۔ اور امید ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حالیہ دورہ سے مزید کامیابیوں اور خدمات کے دروازے کھلیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا حافظ و ناصر ہو اور یہ دورہ غیر معمولی تائیدات اور برکات کا مظہر ہو۔ آمین

(عبدالباسط شاہد)

دل دے کے ہم نے ان کی محبت کو پا لیا

(کلام حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

دل دے کے ہم نے ان کی محبت کو پا لیا
بے کار چیز دے کے دُرِ بے بہا لیا

مَیں مانگنے گیا تھا کوئی ان کی یادگار
لیکن وہاں انہوں نے مِرا دل اُڑا لیا

کہتے ہیں لوگ کھاتے ہیں ہم صُبح و شام غم
ہم ان سے کیا کہیں کہ ہمیں غم نے کھا لیا

گِر کر گڑھے میں عرش کے پائے کو جا چُھوا
کھوئے گئے جہاں سے مگر اُن کو پا لیا

نکلا تھا مَیں کہ بوجھ اُٹھاؤں گا اُن کا مَیں
لیکن اُنہوں نے بھاگ کے پیچھے سے آ لیا

ہنستے ہی ہنستے رُوٹھ گئے تھے وہ ایک دن
ہم نے بھی رُوٹھ رُوٹھ کے اُن کو منا لیا

جا جا کے اُن کے دَر پہ تھکے پاؤں جب مِرے
وُہ چال کی کہ ان کو ہی دل میں بسا لیا

یہ دیکھ کر کہ دل کو لیے جا رہے ہیں وُہ
مَیں نے بھی اُن کے حُسن کا نقشہ اُڑا لیا

ناراضگی سے آپ کی آئی ہے لب پہ جان
اب تھوک دیجے غصّہ بہت کچھ ستا لیا

کیا دامِ عشق سے کبھی نکلا ہے صید بھی
کیا بات تھی کہ آپ نے عہدِ وَفا لیا

نقصاں اگر ہوا تو فقط آپ کا ہوُا
دل کو ستا کے اے مِرے دِلدار کیا لیا

مَیں صاف دل ہوں مجھ سے خطا جب کبھی ہوئی
آبِ خجال سے مَیں اسی دَم نہا لیا

ہونے دی ان کی بات نہ ظاہر کسی پہ بھی
جو زخم بھی لگا اسے دل میں چھُپا لیا

عشق و وفا کا کام نہیں نالہ و فغاں
بھر آیا دل تو چُپکے سے آنسو بہا لیا

(از کلام محمود)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

مجھے بھیجا گیا ہے تا مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں''۔ (الحکم ۲۴/جون ۱۹۰۳ء)

(مرسلہ: ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد، تعلیم القرآن وقف عارضی)

تاریخ احمدیت کا ایک زرّیں باب

جامعہ احمدیہ

وہ مادرِ علمی جس کی ابتدا مدرسہ تعلیم الاسلام سے ہوئی
اور ترقی کرتے کرتے جامعہ احمدیہ کے نامِ نامی تک پہنچ گیا

(لئیق احمد طاہر - پرنسپل جامعہ احمدیہ لندن)

شروع شروع میں قادیان میں دو سکول ہوا کرتے تھے ایک سرکاری جو پرائمری تک تھا اور ریتی چھلہ کے قریب واقع تھا۔ دوسرا اسکول ''آریہ سکول'' تھا جو پرائمری سے اوپر کی کلاسوں پر مشتمل تھا۔ باوجود اس کے کہ اوّل الذکر سکول سرکاری تھا جہاں ہر مذہب کے بچوں کو پوری مذہبی آزادی ملنی چاہئے۔ ہیڈ ماسٹر آریہ تھا اور مسلمان بچوں کو گمراہ کرنے کے لئے اسلام پر اعتراضات کرتا رہتا تھا۔ ایک روز صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کے لئے سرکاری پرائمری سکول میں جب دوپہر کا کھانا گھر سے آیا تو اس میں کلیجی کا سالن دیکھ کر ایک بچہ نے حیرت سے اپنی انگلی دانتوں میں دبالی اور کہنے لگا یہ تو ماس ہے یعنی گوشت ہے جس کا کھانا حرام ہے۔

جب اس واقعہ کی اطلاع سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کو ہوئی تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ مسلمان بچوں کی دینی تربیت اور تعلیم کے لئے الگ اسلامی سکول کھولیں۔ آپؑ نے 15 ستمبر 1897ء کو تحریک فرمائی کہ مسلمان بچوں کے لئے ایک مدرسہ کھولنا ضروری ہے جہاں انہیں لازمی طور پر ایسی کتب پڑھائی جائیں جن سے انہیں پتہ لگے کہ اسلام کیا ہے اور کیا کیا خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور جو لوگ اسلام پر ناجائز حملے کرتے ہیں ان کی خیانت اور جھوٹ کھل کر سامنے آجائے۔

حضور نے فرمایا کہ اس سکول میں علاوہ روزمرہ کی درسی تعلیم کے ایسی کتابیں بچوں کو پڑھائی جائیں گی جو مَیں ان کے لئے لکھوں گا۔ اس سے اسلام کی خوبی سورج کی طرح ظاہر ہوگی اور دوسرے مذاہب کی کمزوریاں انہیں معلوم ہو جائیں گی جن سے ان کا باطل ہونا ان پر کھل جائے گا۔

آپ نے فرمایا: مَیں چاہتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم کے ذریعہ اسلامی روشنی مُلک میں پھیلاؤں''۔

آپ نے پرزور تحریک فرمائی کہ مسلمان بچوں کو بچانے کیلئے تمام مسلمان اس تحریک میں مالی مدد کریں اور قادیان میں فوری طور پر ایک مڈل سکول کھولا جائے۔ (رسالہ تعلیم الاسلام جلداوّل نمبر6 صفحہ 230تا232)

آپ نے ایک بار پھر مسلمانوں کو وارننگ دی کہ اگر انہوں نے اپنے بچوں کی اسلام کے مطابق تعلیم و تربیت نہ کی تو آئندہ نسل اُن کے ہاتھوں سے نکل جائے گی۔

حضور علیہ السلام نے اس مدرسہ کے قیام کیلئے ایک انتظامیہ کمیٹی مقرر فرمائی اس کے پریذیڈنٹ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیرویؓ، محاسب (آڈیٹر) حضرت میر ناصر نواب صاحب، سیکرٹری مکرم خواجہ کمال الدین صاحب، (وکیل ہائی کورٹ) اور جائنٹ سیکرٹری حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مقرر ہوئے۔ اس کمیٹی کا پہلا اجلاس 27 دسمبر 1897ء کو ہوا اور اس کمیٹی نے سفارش کی کہ مدرسہ یکم جنوری 1898ء سے کھول دیا جائے۔

گو سفارش تو یہ تھی کہ مدرسہ یکم جنوری سے ہی کھل جانا چاہئے لیکن چونکہ یہ جلسہ سالانہ کے دن تھے مہمانوں کی مصروفیات بھی تھیں اس لئے مدرسہ کا افتتاح 3 جنوری 1898ء کو ہوا۔ حضورؑ نے اس مدرسہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

''ہماری یہ غرض نہیں کہ ایف۔اے یا بی۔اے پاس کر کے دنیا کی تلاش میں مارے مارے پھریں۔ ہمارے پیشِ نظر تو یہ امر ہے کہ ایسے لوگ خدمتِ دین کیلئے زندگی بسر کریں اور اسی لئے مدرسہ کو ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید دینی خدمت کے لئے کام آسکے۔''

(الحکم 10دسمبر1905ء صفحہ2)

مندرجہ بالا تحریر سے ظاہر ہے کہ یہ ''مدرسہ تعلیم الاسلام'' عام سکولوں کی طرح نہیں تھا۔ اس میں جہاں معیاری دنیوی تعلیم دی جاتی تھی وہاں بچوں کی مذہبی اور روحانی تعلیم تربیت اس رنگ میں کرنا مقصود تھی کہ اس کے نتیجہ میں وہ اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کر کے خدمتِ دین کیلئے زندگیاں وقف کریں اور دین کی خدمت سرانجام دیں۔

11 اکتوبر 1905ء کو حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ تین ماہ کی لمبی بیماری کے بعد وفات پاگئے اور حضرت مولانا برہان الدین صاحبؓ جہلمی 3 دسمبر 1905ء کو وفات پاگئے۔ سلسلہ کے ان دو عظیم الشان بزرگوں کی وفات پر یہ تجویز کی گئی کہ جماعت میں علماء پیدا کرنے کے لئے ایک الگ دینی درسگاہ قائم کی جائے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے 6 دسمبر 1905ء کو اس سلسلہ میں بہت درد کے ساتھ تحریک فرمائی۔ اور مدرسہ تعلیم الاسلام میں مزید اصلاحی قدم اٹھانے کیلئے بہت سے احباب کو بلا کر ان کے سامنے یہ امر پیش فرمایا کہ مدرسہ میں ایسی اصلاح کر کے اسے ایسی شکل دیدی جائے کہ اس میں ایسے علماء پیدا کئے جائیں جو اعلیٰ دینی و عربی علوم کے ساتھ ساتھ کسی قدر انگریزی اور دیگر علوم سے بھی واقف ہوں۔ حضورؑ کی اس تجویز پر غور و فکر ہوتا رہا اور موجود حالات میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں علماء اور مبلغین تیار کرنے کیلئے ایک الگ شاخِ دینیات جاری کر دی جائے۔ یہ گویا ''مدرسہ احمدیہ قادیان'' کا سنگِ بنیاد تھا جو جنوری 1906ء میں رکھا گیا۔

اس شاخِ دینیات یا مدرسہ احمدیہ کے سب سے پہلے دو مدرس (ٹیچر) حضرت قاضی سیّد امیر حسین شاہ صاحب اور مولوی فضل دین صاحب (کھاریاں) تھے۔ بعد میں حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحب اس کے استاد مقرر ہو گئے۔ تعلیم الاسلام سکول سے جو طلبہ پرائمری پاس کر کے شاخِ دینیات میں داخل کئے جاتے تھے وہ مدرسہ احمدیہ کے طلبہ بن جاتے تھے۔ پہلے سال میں 9 اور دوسرے سال میں 5 طلبہ لئے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 430-428)

مدرسہ احمدیہ کی ابتداء بڑی سادگی سے ہوئی۔ اساتذہ اور طلبہ کے لئے کوئی میز کرسیاں، بینچ یا ڈیسک وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ اساتذہ اور طلبہ سب زمین پر بیٹھتے تھے. اساتذہ کیلئے امتیاز کیلئے جائے نماز بچھادی جاتی اور طلبہ ٹاٹ پر بیٹھتے تھے۔ یکم مارچ 1909ء کو مدرسہ احمدیہ کی ابتداء ہوئی اس کا نام شاخِ دینیات کی بجائے ''مدرسہ احمدیہ'' حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے تجویز فرمایا۔ اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحبؓ قرار پائے اور سپرنٹنڈنٹ مولوی صدرالدین صاحب بی۔اے بی۔ٹی۔

مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے حسبِ ذیل معیار کی منظوری سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے دی۔

1۔ مدرسہ میں گیارہ سال سے کم عمر کا لڑکا داخل نہ کیا جائے گا۔

2۔ معیار قابلیت مروجہ پرائمری کا امتحان ہوگا۔

3۔ پرائمری سے کم تعلیم کے بچوں کیلئے داخلہ کا ایک امتحان دینا ضروری ہوگا۔

4۔ مدرسہ کا نصاب سات سال کا ہوگا۔

عہدِ خلافتِ اولیٰ کے اساتذہ کرام

1۔ حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحبؓ ہیڈ ماسٹر اوّل مدرسہ دینیات

2۔ حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ (فقہ)۔

حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحبؓ (علمِ ادب)

4۔ حضرت حکیم فضل الدین صاحبؓ بھیروی (دینیات)

5۔ حضرت میاں (پیر) منظور محمد صاحبؓ (متفرق مضامین)

6۔ حضرت مولوی محمد جی صاحبؓ۔

7۔ حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصریؓ۔

8۔ پیر مظہر قیوم صاحبؓ۔

9۔ حضرت مولانا عبدالرحیم نیّر صاحبؓ۔

10۔ شیخ عبدالرحمان صاحب مصریؓ۔

11۔ حکیم محمد الدین صاحبؓ۔

12۔ میاں عبدالحق صاحبؓ۔

13۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ۔

14۔ حضرت مرزا برکت علی صاحبؓ۔

15۔ میاں دین محمد صاحبؓ۔

مدرسہ کی ابتدائی کمزور حالت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اساتذہ اور طلبہ کی کتب کیلئے ابتداءً صرف 125 روپے کا بجٹ تھا۔ سیّدنا حضرت مرزا محمود احمد صاحبؓ ستمبر 1910ء میں مدرسہ احمدیہ کے نگرانِ اعلیٰ (افسر) مقرر ہوئے اور اپنی خلافت تک آپ نے یہ ذمہ داری سنبھالی۔ ہیڈ ماسٹر بدستور حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحبؓ تھے۔ مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی اس سنہری دور کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

مدرسہ ہائی (High School) کے ساتھ جب تک مدرسہ احمدیہ رہا اس کی حالت بالکل ایک لاوارث چیز کی سی تھی طالب علموں کے پاس پورے طور پر کمرے بھی نہ تھے۔ مدرّسوں (Teachers) کے پاس اچھی کرسیاں تک نہ تھیں۔ بعض کلاسیں زمین پر چٹائیاں بچھا کر گزارہ کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ نہ امتحان ہوا اور نہ کلاس بند ہوئی۔ بالکل لاوارثی کی سی حالت تھی۔ اس بے کسی کے زمانہ میں حضرت محمود (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) مدرسہ احمدیہ کے لئے فرشتہ بن کر ظاہر ہوئے۔ مدرسہ احمدیہ کی نظامت آپ کے سپرد ہوئی۔ وہ مدرسہ احمدیہ جس کی ڈوبتی کشتی ایک دفعہ آپ پہلے بچا چکے تھے اب آپ نے اسے اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیا۔

آپ کا وجود مدرسہ احمدیہ کے لئے ایک مجسم رحمت تھا۔ آپ نے پست خیال طالب علموں کے اندر علو ہمتی پیدا کرنے کے لئے متعدد طریق اختیار فرمائے۔ آپ نے حکماً طالب علموں کو زمین پر بیٹھ کر پڑھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس سے پست خیالی پیدا ہوتی ہے۔ طالب علموں کو فنِ خطابت سکھانے کے لئے جلسوں اور لیکچروں کا انتظام فرمایا۔ ہر جمعرات کو نصف دن تعلیم ہوتی تھی اور باقی نصف وقت تعلیمِ خطابت ہوتی تھی۔ لڑکوں کے بورڈنگ ہاؤس کی صفائی کا خاص اہتمام ہونے لگا۔ ہر ماہ میں ایک دفعہ لازماً آپ بورڈنگ، واٹر ہاؤس، کچن اور بیت الخلاء کی صفائی کا ملاحظہ فرماتے۔

عربی مدرسوں کے طالب علموں میں ایک قسم کی پستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو دُور کرنے کے لئے آپ خود وقتاً فوقتاً تقریریں فرماتے اور اِن کو اُبھارتے۔ مدرسہ احمدیہ کے طالب علموں کے لئے کھیلنے کے لئے کوئی الگ فیلڈ نہ تھی۔ آپ نے ان کے لئے فیلڈوں کا انتظام کیا تاکہ آئندہ بننے والے علماء صرف مُلّاں ہی نہ ہوں بلکہ ہر طرح چاق و چوبند ہوں۔

مدرسہ کے پاس تو ایک قیمتی لائبریری تھی جس سے طالب علم فائدہ اٹھاتے تھے مگر مدرسہ احمدیہ کے پاس کوئی لائبریری نہ تھی۔ آپ نے اس ضرورت کو سخت محسوس کیا اور اپنی لائبریری سے قیمتی کتابوں کا ایک بڑا مجموعہ جس میں الہلال مصر کے پرچے بھی تھے مرحمت فرمایا۔ اور مزید روپیہ بھی انجمن سے منظور کروایا۔ طالبعلم عربی کتابوں کو پڑھتے تھے اور فائدہ اٹھاتے تھے۔

آپ نے مدرسہ کی چوتھی جماعت کو اپنے لئے مخصوص کر لیا اور روزانہ تین چار گھنٹہ اپنا وقت دیتے تھے۔ مَیں بھی اس کلاس کا طالبعلم تھا اور اپنے بخت پر فخر کرتا ہوں کہ مجھے بھی آپ سے نسبتِ تلمذ حاصل ہے۔ آپ اپنی کلاس کے طالب علموں کی ہر طرح سے تربیت فرمایا کرتے تھے۔ یہ مدرسہ احمدیہ کا موضوع بہت لمبا ہے سرِ دست اختصار سے اس قدر لکھتا ہوں کہ بعض طالبعلم مدرسہ میں کُرتہ پہن کر آجاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ترجمہ میں ایک فقرہ دیا...... جو یہ تھا ......مدرسہ میں بغیر کوٹ پہنے نہیں آنا چاہئے۔ اس فقرہ سے سب لڑکے سمجھ گئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں دوسرے دن لڑکے کوٹ پہن کر آگئے۔

تربیت کا یہ عجیب پہلو تھا۔ ایک دن سکول میں آپ دیر سے تشریف لائے۔ لڑکے باہم ہنسی مذاق

کرنے لگے۔اسی حالت میں آپ تشریف لے آئے۔ آپ نے اس وقت تو کچھ نہ فرمایا۔تیسرے دن اُردو سے عربی کرنے کا جب کام دیا تو حسبِ ذیل فقرات اس میں درج تھے۔

1۔ہنسی مذاق بُری چیز نہیں۔
2۔مگر کھیل، کھیل کے وقت کھیلو۔
3۔مدرسہ میں جب آؤ، ایک دوسرے کا ادب کرو۔
4۔دھکم دھکا مت ہو۔
5۔کسی کے کندھے پر ہاتھ مت رکھو۔

لڑکوں نے عربی میں ترجمہ تو کیا مگر اس کے ساتھ ہی اپنی اصلاح کر لی۔ رات کو آپ لڑکوں کو سٹڈی(Study) کی حالت میں دیکھنے کے لئے تشریف لاتے۔الغرض مدرسہ احمدیہ آپ کی پوری توجہ سے بڑھتا چلا گیا۔اور سلسلہ میں جس قدر کام کرنے والے علماء آج نظر آتے ہیں وہ آپ کی توجہ اور محنت کا نتیجہ ہے۔'' (الحکم جوبلی نمبر صفحہ ۷۱ کالم ۱۔۲)

مدرسہ احمدیہ کے نظامِ تعلیم کو ٹھوس اور مستقل بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے آپ نے سب سے اہم قدم یہ اٹھایا کہ اوائل 1912ء میں اپنے خرچ پر ہندوستان کا ایک لمبا دورہ کیا۔(اس دوران میں آپ کی قائم مقامی میں افسر مدرسہ احمدیہ کے فرائض مولوی محمد الدین صاحب نے سرانجام دیئے۔(رجسٹر نمبر ۵ (صدرانجمن احمدیہ صفحہ ۳۳۵) جس میں دیو بند، سہارنپور، ندوہ وغیرہ اسلامی مدارس کی تعلیم اور ان کے انتظام کا بغور مطالعہ کیا اور پھر اپنے تجربات کی روشنی میں مدرسہ میں اہم تبدیلیاں کر کے طلباء کے معیارتعلیم کو بلند سے بلند تر کر دیا۔اس کے بعد آخر ۱۹۱۲ء میں عربی مدارس دیکھنے اور حج کرنے کے لئے آپ نے مصر وعرب کا سفر بھی اختیار فرمایا۔(ان سفروں کی تفصیل آگے آرہی ہے)سفرِ مصر کے دوران حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ افسر مدرسہ بنے اور مشیر تعلیمی حضرت مولانا سرور شاہ صاحبؓ۔

(رجسٹر نمبر ۲ صدر انجمن احمدیہ صفحہ ۱۳۴)

1913ء میں آپ کے مشورہ پر حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ کو مصر میں بغرضِ تعلیم بھجوایا گیا تا وہ عربی تعلیم حاصل کر کے مدرسہ احمدیہ کے لئے مفید وجود بن سکیں۔قبل ازیں مدرسہ احمدیہ کے طلبہ کو نہ مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کی سہولت تھی نہ انٹرنس تک انگریزی پڑھنے کی آسانی مگر آپ کی توجہ سے مدرسہ احمدیہ کے فارغ التحصیل طلبہ کے لئے ہائی سکول میں انگریزی تعلیم کا انتظام ہوا۔نیز طلبہ مدرسین کی مدد سے مولوی فاضل کے امتحان میں شامل ہونے لگے۔ (ایضاً صفحہ ۳۳۳) علاوہ ازیں مدرسہ کے نصاب کی تکمیل کے لئے ایک دوسالہ طبّی کورس بھی رکھا گیا۔

آپ اپنے اوقات کا اکثر حصّہ مدرسہ کی اصلاح میں خرچ کرتے اور اپنی قوم کے بچوں کے لئے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتے تھے۔

(تشحیذالأذہان جنوری 1912ء صفحہ4)

آپ نے بورڈنگ کا الگ انتظام کروایا۔ پرائمری سے کم تعلیم رکھنے والے طلباء کے لئے (یکم مارچ 1913ء سے) سپیشل کلاس کھلوائی۔

(رجسٹر نمبر ۴ صدر انجمن احمدیہ صفحہ ۱۴۵)

آپ طلبہ کی تعلیم میں اس حد تک ذاتی دلچسپی لیتے رہے کہ جب کوئی استاد رخصت پر جاتا تو بعض اوقات خود ہی اس کا مضمون پڑھاتے اور طلبہ میں عربی کا ذوق پیدا کرنے کے لئے عربی میں کلام فرماتے تھے۔

(بدر22مئی 1912ء صفحہ 2 کالم 2)

مدرسہ احمدیہ کے لئے آپ کی خدمات کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔مختصراً یہ کہ آپ نے اس دینی درسگاہ کو بامِ عروج تک پہنچانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور مدرسہ نے آپ کے عہد میں حیرت انگیز ترقی کی۔

مدرسہ خلافتِ ثانیہ میں

مارچ 1914ء میں جب آپؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو مدرسہ کا انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے خوش اسلوبی سے سنبھال لیا۔ (الفضل 8اپریل 1915ء صفحہ 4 کالم2) ازاں بعد شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ 1919ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ محسوس کر کے کہ جماعت کی عالمگیر تبلیغی ضروریات کو صرف مدرسہ احمدیہ ہی پورا کرسکتا ہے۔آپ نے پہلی جاری شدہ سکیم پر نظر ثانی کے لئے ایک کمیٹی نامزد فرمائی جس کے ممبر یہ تھے:۔

1۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب 2۔مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے (جن کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بعد میں عبدالرحیم صاحب دردؔ تجویز فرمایا) 3۔حضرت میر محمد اسحاق صاحب 4۔حضرت مولوی محمد دین صاحب ۔5 حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب 6۔حضرت سیّد محمد سرور شاہ صاحب 7۔ماسٹر نواب دین صاحب 8۔شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔چنانچہ حضور کی زیرنگرانی مدرسہ کے لئے ایک نئی انقلابی سکیم نافذ کی گئی۔(رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۲۰۔۱۹۱۹ء صفحہ۵۹)

اس سکیم کے نتیجہ میں مدرسہ احمدیہ ترقی کرتے کرتے ۲۰ مئی ۱۹۲۸ء کو عربی کالج یعنی جامعہ احمدیہ کی شکل اختیار کر گیا۔(رسالہ جامعہ احمدیہ اپریل ۱۹۳۰ء صفحہ۳)۔جس نے بڑے بڑے نامور علماء اور مبلغ پیدا کر کے تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں شاندار حصّہ لیا جو رہتی دُنیا تک یادگار رہے گا۔صدرانجمن احمدیہ نے 15اپریل 1928ء کو فیصلہ کیا کہ آئندہ اس تعلیمی درسگا کا نام جامعہ احمدیہ ہوگا۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی اصلاحات کا دَور

وسط 1937ء میں مدرسہ احمدیہ کا ایک جدید دور شروع ہوا جبکہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے اخراجِ جماعت کے بعد حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اس کے ہیڈ ماسٹر ہوئے۔آپ نے اپنے مختصر عہد میں مدرسہ میں متعدد اصلاحات کیں۔اس کی خستہ عمارت کو پختہ کرایا۔یتیم اور بے سہارا طلبہ کی تعلیم کے لئے خصوصی انتظامات کئے۔طلبہ میں علمی شعور پیدا کرنے کے لئے علمی مجالس قائم کیں آپ طلبہ میں تبلیغی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے اپنے شاگردوں کو قادیان سے باہر جلسوں پر لے جاتے۔خود بھی تقریر فرماتے اور ان سے بھی تقریریں کراتے۔آپ نے اپنی خداداد علمی، روحانی اور انتظامی قابلیتوں سے مدرسہ احمدیہ کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔مگر افسوس زندگی نے وفا نہ کی۔اور آپ 19 مارچ 1944ء کو انتقال فرما گئے اور آپ کی بجائے مولوی عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

1947ء میں تقسیم ملک کے بعد جب قادیان فسادات کی لپیٹ میں آگیا تو مدرسہ احمدیہ کے سٹاف کے چار اساتذہ جن میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل بھی تھے درویشوں میں شامل ہو گئے اور بقیہ اساتذہ کا قافلہ جامعہ احمدیہ کے سٹاف کے ساتھ 10 نومبر 1947ء کو بذریعہ کنوائے(Convoy) قادیان سے لاہور پناہ گزین ہوا۔

مدرسہ احمدیہ کا احیاء پاکستان میں

نئے بدلے ہوئے حالات میں چونکہ دو مستقل اداروں کا علیحدہ علیحدہ شکل میں قائم رہنا مشکل تھا اس لئے ان کا الحاق کر کے 13 نومبر 1947ء کو لاہور میں ایک مخلوط ادارہ کا اجراء کیا گیا جس میں مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے طلبہ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل کی زیرنگرانی تعلیم پاتے تھے۔جگہ کی تنگی نیز ہوسٹل کی سہولتوں کے میسّر نہ آنے کی وجہ سے یہ ادارہ چند دن بعد پہلے چنیوٹ میں بعد ازاں دو ماہ بعد احمد نگر (متصل ربوہ) میں منتقل کر دیا گیا۔شروع دسمبر 1949ء میں جامعۃ المبشرین یعنی مبشرین کالج کا اجراء ہوا جس میں جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل طلباء کو تبلیغِ اسلام کی خصوصی ٹریننگ دی جانے لگی۔آخر 7 جولائی 1957ء کو مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ اور جامعۃ المبشرین تینوں ادارے ایک ہی درسگاہ میں مدغم کر دیئے گئے اور اس درسگاہ کے پرنسپل سیّد داؤد احمد صاحب مقرر ہوئے۔

اب یہ درسگاہ جامعہ احمدیہ کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔(تاریخ احمدیت جلد 4صفحہ293)

مکرم سیّد داؤد احمد صاحب کی وفات پر حضرت ملک سیف الرحمان صاحب، مکرم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب، مکرم ملک مبارک احمد صاحب اور مکرم میر محمود احمد صاحب بالترتیب جامعہ احمدیہ ربوہ کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

اس وقت قادیان اور ربوہ کے علاوہ غانا، نائیجیریا، انڈونیشیا اور کینیڈا میں جامعہ احمدیہ کھل چکے ہیں اور وہ مدرسہ تعلیم الاسلام جس کی بنیاد سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی تھی آج دنیا کے کئی ممالک میں اس کی شاخیں ربانی علماء اور مبلغین تیار کر رہی ہیں۔

الحمدللہ! لندن میں بھی ستمبر 2005ء سے جامعہ احمدیہ کُھل رہا ہے جس میں داخلہ کے خواہشمند واقفینِ نو سارے یورپ سے رابطہ کر رہے ہیں۔دعا ہے کہ یہ مادرِ علمی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعاؤں اور مناجات کی قبولیت کا زندہ نشان بن کر یورپ کے افق پر طلوع ہو۔آمین

❀❀ ❀❀

جماعت احمدیہ گیمبیا (مغربی افریقہ) کے 29ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب وبابرکت انعقاد

اہم موضوعات پر تقاریر، مجلس شوریٰ کا انعقاد، اہم سرکاری شخصیات کی شرکت۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کا خصوصی پیغام، ٹی وی اور ریڈیو پر بھرپور کوریج

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت احمدیہ گیمبیا کو اپنا 29واں جلسہ سالانہ مورخہ 1، 2 اور 3/اپریل کو منعقد کرنے کی توفیق دی۔

اس جلسہ میں اسلامی شریعہ کا اصل مطلب، اسلام میں عورت کا مقام اور کردار، مالی قربانی کی اہمیت جیسے بیش قیمت موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔لجنہ کے لئے بالخصوص خطابات میں لباس اور پردہ کے بارہ میں اسلامی تعلیم، اسلام میں شادی بیاہ کے متعلق تعلیمات شامل تھے۔

جلسہ میں سیرالیون کے ہائی کمشنر، اراکین قومی اسمبلی (بشمول احمدی اراکین قومی اسمبلی) اور چین اور تائیوان کے سفارتکاروں جیسی قابل ذکر شخصیات نے شرکت کی۔

ان تمام معزز مہمانوں نے جلسہ کے بارہ میں اپنے تأثر کا اظہار کیا اور جلسہ کے حاضرین کو نظم وضبط کے مظاہرے پر خراج تحسین پیش کیا۔

جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔

قومی اخبارات اور قومی ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے جلسہ کو بھرپور کوریج دی۔ امسال جلسہ سالانہ کی کارروائی کے آغاز سے قبل ریڈیو نے نصف گھنٹے کا پروگرام جلسہ سالانہ کے موضوع پر نشر کیا۔

امسال جلسہ سالانہ میں 3500احباب نے شرکت کی۔ مقامی احباب کے علاوہ گینی بیساؤ، سیرالیون اور سینیگال کے احباب بھی جلسہ میں شریک ہوئے۔

آخری روز مجلس شوریٰ اپنی جماعتی روایات کے ساتھ منعقد ہوئی جس میں اہم جماعتی فیصلے کئے گئے۔

خطبہ جمعہ

مریضوں کی عیادت کرنا بھی خداتعالیٰ کے قرب کو پانے کا ایک ذریعہ ہے

لجنہ اماء اللہ، خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے شعبہ خدمت خلق کو مریضوں کی عیادت کے پروگرام بنانے کی نصیحت

(مریضوں کی عیادت کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ اور تیمارداری کے اسلامی آداب کا احادیث نبویہ کے حوالہ سے تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 15/اپریل 2005ء بمطابق 15/شہادت 1384 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورۃ التوبہ آیت نمبر 128)

یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا اسے بہت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو اور وہ تم پر بھلائی چاہتے ہوئے حریص رہتا ہے، مومنوں کے لئے بے حد مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں غیروں اور اپنوں کی روحانی اصلاح کے لئے اور ان کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے بے چین رہتے تھے وہاں مخلوق کی تکلیف کی وجہ سے اس سے ہمدردی کا بھی بے پناہ جذبہ تھا جو آپؐ کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ دوسرے کی تکلیف کا احساس آپؐ کو اپنی تکلیف سے زیادہ تھا بلکہ اپنی تکلیف کا احساس تو تھا ہی نہیں۔ ہر وقت اس فکر میں ہوتے تھے کہ کہاں مجھے موقع ملے اور مَیں اللہ کی مخلوق سے ہمدردی کروں، اس کے کام آؤں، ان کے لئے دعائیں کروں، ان کی تکلیفوں کو دور کروں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ یہ رسول تمہاری بھلائی کا حریص رہتا ہے۔ یہ حریص کوئی محدود معنی والا لفظ نہیں ہے جیسے ہم کہہ دیں کہ لالچ میں رہتا ہے۔ گو یہ لالچ میں رہنا بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ دنیا لالچ کرتی ہے تو اپنے لئے کرتی ہے کہ ہمیں فائدہ پہنچ جائے، ہماری تکلیفیں دور ہو جائیں لیکن ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ لالچ کر رہے ہیں تو دوسروں کے لئے کہ ان کو فائدہ ہو، ان کی تکلیفیں دور ہوں۔ بہرحال اس لفظ کے اور بھی بڑے وسیع معنی ہیں۔ یعنی بڑی شدت سے یہ خواہش کرنا کہ کسی بھی طرح دوسرے کو فائدہ پہنچا سکوں اور اس میں ذاتی دلچسپی لینا اور پھر اس معاملے میں نہایت احتیاط سے دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس کے لئے درد اور ہمدردی رکھنا، اس کے لئے خود تکلیف برداشت کرنا۔ تو یہ رویّہ ہوتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسروں کی تکلیف کو دیکھ کر۔ اور پھر اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے آپؐ تمام ذرائع اور وسائل استعمال کرتے تھے۔ اور ان تکلیفوں کو دور کرنے اور دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے آپؐ کے دل میں بے انتہا مہربانی کے جذبات ہوتے تھے اور اس سے آپ کبھی نہیں تھکتے تھے۔ اور دوسروں کے لئے ہمدردی اور رحم کے جذبات کا آپؐ کا ایک ایسا وصف تھا کہ اس وصف کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ بے حد مہربان ہونے اور بار بار رحم کرنے کی خدائی صفت کا انسانوں میں کامل اور اعلیٰ نمونہ صرف اور صرف آپؐ کی ذات میں تھا جس کی اللہ تعالیٰ بھی گواہی دے رہا ہے۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''جذب اور عقد ہمت ایک انسان کو اُس وقت دیا جاتا ہے'' یعنی تکلیفوں کو محسوس کرنے کی طاقت اور تکلیف دور کرنے کا احساس اس وقت دیا جاتا ہے'' جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے آ جاتا ہے اور ظلّ اللہ بنتا ہے۔ پھر وہ مخلوق کی ہمدردی اور بہتری کے لئے اپنے اندر ایک اضطراب پاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ میں کُل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے اس لئے آپؐ مخلوق کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ﴾ یعنی یہ رسول تمہاری تکالیف کو دیکھ نہیں سکتا، وہ اس پر سخت گراں ہے''۔ بہت تکلیف دِہ ہے۔'' اور اُسے ہر وقت اِس بات کی تڑپ لگی رہتی ہے کہ تم کو بڑے بڑے منافع پہنچیں''۔

(الحکم جلد 6 نمبر 26 صفحہ 6 مورخہ 24/ جولائی 1902ء)

پس اس سے دوسروں کے لئے آپؐ کے جذبات کی جو کیفیت ہوتی تھی اس کی مزید وضاحت ہو گئی۔ انسان کو آنے والی مختلف قسم کی تکلیفیں ہیں، پریشانیاں ہیں، ان میں سے ایک تکلیف، جس کا کم و بیش ہر ایک کو سامنا ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی صورت میں یہ تکلیف پہنچتی ہے، وہ جسمانی عوارض یا بیماری ہے۔ تو آج مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے اِس پہلو کو لوں گا کہ آپؐ مریضوں کی عیادت، تیمارداری اور دعاؤں کی طرف کس طرح توجہ فرمایا کرتے تھے۔

آپؐ کے اُسوہ سے ہمیں یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اپنے لئے اور اپنی تکلیف کے لئے وہ جذبات نہیں ہوتے تھے جو دوسرے کی تکلیف کے لئے ہوتے تھے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اس درد سے دعائیں کیا کرتے تھے کہ جس کی مثال ملنی بھی مشکل ہے۔ چند مثالیں اس کی پیش کرتا ہوں، چند واقعات کہ کس طرح آپؐ مریضوں کے لئے دعا کیا کرتے تھے، کس طرح جا کے ان کو پوچھا کرتے تھے، کیا آپؐ کا طریق ہوتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ایک صحابیؓ کی یہ گواہی میں بتا دوں۔ ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابوامامہؓ کی یہ گواہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سے بہترین عیادت کرنے والے تھے۔

(سنن نسائی کتاب الجنائز باب عدد التکبیر علی الجنازۃ)

پس اس سے ظاہر ہے کہ آپؐ اپنوں سے بھی بڑھ کر ہمدردی کے ساتھ مریض کی عیادت کیا کرتے تھے۔ چھوٹی موٹی تکلیفیں تو انسان کو لگی رہتی ہیں۔ اُس میں بھی آپؐ پوچھا کرتے تھے جب کسی سے رابطہ ہوتا لیکن اگر دو تین دن سے زیادہ کوئی بیمار ہوتا اور آپؐ کے علم میں یہ بات آتی تو آپؐ فوراً اس کی عیادت کے لئے جاتے اور اس کے لئے دعا کرتے۔

چنانچہ اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے تین دن سے زائد بیمار رہنے کی صورت میں اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ۔ کتاب الجنائز باب ما جاء فی عیادۃ المریض)

جیسا کہ پہلی روایت میں آتا ہے کہ آپؐ سے بڑھ کر کوئی عیادت کرنے والا نہیں تھا۔ جب آپؐ اتنے پیار اور محبت سے مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے ہوں گے تو مریض کی آدھی بیماری تو اس وقت خود ہی دور ہو جاتی ہو گی۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر ڈاکٹر مریض کو توجہ سے دیکھ لے، اس کی بات غور سے سن لے تو اس مریض کی آدھی بیماری دور ہو جاتی ہے۔ اور وہی ڈاکٹر ان کو پسند آتے ہیں جو اس طرح ان کو توجہ سے دیکھ بھی رہے ہوں اور ان کی باتیں بھی سن رہے ہوں۔ تو جو سب طبیبوں سے بڑھ کر اور سب ڈاکٹروں سے بڑھ کر طبیب ہے اس کے آنے سے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مریض بہتری محسوس نہ

کر رہا ہو۔ جو انتہائی توجہ سے مریض کی بات کو بھی سنتا تھا اس کے لئے دعا بھی کرتا تھا۔ مریض کے علاج میں برکت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اِذن نہ ہو تو دوائی میں شفا نہیں ہوتی۔ دوائی میں شفا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی ہے۔ تو آپؐ کا یہ طریق تھا کہ جب بھی مریض کے پاس جاتے تو اس کے لئے سب سے پہلے دعا کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی کسی بیوی کی عیادت کے لئے آتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس پر پھیرتے اور یہ دعا کرتے اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ ۔لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ کَ شِفَآءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔ کہ اے میرے اللہ! جو لوگوں کا ربّ ہے اس بیماری کو دور کر دے۔ اور تُو شفا دے کہ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے سوا کوئی اور شفا نہیں۔ تُو اسے ایسی شفا دے جو بیماری کا کچھ بھی اثر نہ چھوڑے۔ (مسلم کتاب السلام ۔باب استحباب رقیۃالمریض) ۔ اور یہ صرف اپنے گھر والوں کے لئے خاص نہیں تھا بلکہ دوسرے مریضوں کے ساتھ بھی آپ کا یہی سلوک تھا۔ جب بھی مریض کی عیادت کے لئے جاتے تو ان کے لئے ضرور دعا کرتے۔

چنانچہ اپنے صحابہؓ سے شفقت اور ان کی بیماری میں ان کے لئے دعا کرنے کے بارے میں روایت میں آتا ہے، حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے ابّا نے بیان کیا کہ مَیں مکّہ میں شدید بیمار ہو گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں مال چھوڑ کر جا رہا ہوں مگر میری وارث صرف ایک بیٹی ہے۔ تو اس پہ انہوں نے پوچھا کہ اس کے لئے کتنی جائیداد چھوڑ دوں۔ خیر یہ جائیداد کی باتیں ہوتی رہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا کتنی چھوڑنی ہے۔ یہاں اس وقت کیونکہ بیماری کے حصے سے تعلق ہے اتنا حصہ مَیں بتا دیتا ہوں۔ تو کہتے ہیں کہ پھر یہ باتیں کرنے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پہ رکھا۔ پھر میرے چہرے اور پیٹ پر اپنا دست مبارک پھیرتے ہوئے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَ اَتِمَّ لَہٗ ھِجْرَتَہٗ کہ اے اللہ سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو پورا فرما۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ اب بھی جب میں اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کرتا ہوں۔

(الأدب المفرد للبخاری باب العیادۃ جوف اللیل)

پھر ابن مُنکَدِر روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبداللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے مجھے بیہوش پایا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا پھر اپنے وضو کا بقیہ پانی میرے اوپر انڈیل دیا تو اس سے مجھے افاقہ ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس پایا۔ (الادب المفرد للبخاری باب عیادۃ المغمی علیہ) تو تیز بخار کو توڑنے کے لئے پانی سے علاج کیا جاتا ہے اب بھی پانی کی پٹی کی جاتی ہے۔ لیکن یہ پانی جو تھا یہ تو دعاؤں سے بھرا ہوا تھا اور وضو بھی شاید آپؐ نے اس لئے فرمایا تھا کہ اس وقت آپؐ ان کے لئے خاص دعا کرنا چاہتے ہوں گے۔

پھر عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک انصاری آیا تو حضور نے اس سے پوچھا کہ میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ بہتر ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اس کی عیادت کے لئے تم میں سے کون کون چلے گا۔ چنانچہ حضورؐ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ہم تیرہ کے قریب افراد حضورؐ کے ساتھ چل پڑے اور حضرت سعد بن عبادہ کی خیریت معلوم کی۔ (صحیح مسلم کتاب الجنائز باب عیادۃ المرضیٰ) ۔ تو ایک تو اپنے ساتھیوں کو یہ احساس دلانے کے لئے آپؐ ساتھ لے گئے کہ مریض کی عیادت کرنی چاہئے، اس کی بیمار پرسی کرنی چاہئے۔ اور پھر جو آپؐ کا دعا کا عمومی طریق تھا اس لئے بھی کہ لوگ میرے ساتھ ہوں گے تو ہم دعا کریں گے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس دعا میں شامل ہو جائیں گے۔

بیماری میں انسان کے جذبات بہت حسّاس ہوتے ہیں۔ جو وطن سے دور ہوں انہیں اس حالت میں وطن بھی بہت یاد آتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو ان کے جذبات کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی جس کی تفصیل کے بارے میں اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ابوبکرؓ اور بلالؓ کو بخار ہو گیا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مَیں ان کی عیادت کے لئے گئی تو مَیں نے حضرت ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے کہا: ابّا! آپ کا کیا حال ہے اور اے بلال! تمہارا کیا حال ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کو بخار ہوتا تھا تو آپؓ یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ ؎

کُلُّ امْرِیءٍ مُصَبَّحٌ فِیْ اَھْلِہٖ وَالْمَوْتُ اَدْنٰی مِنْ شِرَاکِ نَعْلِہٖ

کہ ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار جب ٹوٹتا تھا وہ اپنی چادر اٹھا کر مکّہ کو یاد کر کے جو شعر پڑھتے تھے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہائے مجھ پر وہ دن بھی آئے گا جب میں رات ایسی وادی میں گزاروں گا جب میرے اردگرد اذخر گھاس اور جلیل اُگی ہوگی۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مَیں نے حضرت ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما کا یہ حال دیکھا تو مَیں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ کیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔ اے اللہ! ہمیں مدینہ، مکّہ سے بھی زیادہ محبوب بنا دے اور اس کی آب و ہوا درست فرما دے اور ہمارے لئے اس کے صاع اور مُدّ میں برکت دے دے (یعنی جو پیمانے تھے) اور اس کی بیماری کو جُحْفَہ کے علاقے میں منتقل فرما دے، دور کر دے۔ (الادب المفرد للبخاری باب ما یقول للمریض)۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جذبات کو محسوس کرتے ہوئے نہ صرف بیماری سے شفا کی دعا کی بلکہ وطن سے دُوری کی وجہ سے جو ان میں بے چینی تھی اس کو دور کرنے کے لئے مدینہ سے محبت پیدا کرنے کی بھی دعا کی۔

پھر دعاؤں کے سلسلے میں ہی اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تھا تو اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مُعوّذات یعنی ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس﴾ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں بیمار ہوئے تو مَیں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر یہ سورتیں پڑھ کر دم کرتی اور آپؐ ہی کے ہاتھ آپؐ کے بدن پر پھیر دیتی تھی کیونکہ آپؐ کے ہاتھ میرے ہاتھوں سے زیادہ برکت والے تھے۔ (مسلم۔کتاب الطب۔ باب رقیۃ المریض بالمعوّذات والنفث) یہ سبق جو آپؐ نے سکھائے تھے اس کو صحابہؓ بھی استعمال کیا کرتے تھے۔

پھر ایک روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی اس کے بخار کی حالت میں عیادت کی اور اسے مخاطب کر کے فرمایا: مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بخار میری آگ ہے میں اسے اپنے گناہ گار بندے پر اس لئے مسلط کرتا ہوں تا کہ جہنم کی آگ میں سے اس کا جو حصہ ہے وہ اسے اسی دنیا میں مل جائے۔ (ترمذی کتاب الطب)۔ تو اس طرح سے آپؐ نے اسے تسلّی بھی دی اور صبر کی تلقین بھی فرمائی۔ تو بیمار کو اس کے مناسب حال اور اس کے ایمان کی حالت کے مطابق مختلف لوگوں کو مختلف تسلی کے الفاظ بھی فرمایا کرتے تھے۔

پھر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب میری آنکھوں میں تکلیف تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب العیادۃ من الرمد)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ غزوہ خندق میں جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو کسی دشمن نے بازو پر نیزہ مارا جس سے آپ کی رگ کٹ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خیمہ مسجد نبوی میں ہی لگوا دیا تا کہ قریب سے ان کی تیمار داری کر سکیں۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی العیادۃ مرارًا)۔ تو یہ زخم علاج کے باوجود جب ٹھیک نہیں ہو رہا تھا تو آپؐ نے اس محبت کی وجہ سے جو آپؐ کو صحابہ سے تھی یہی مناسب سمجھا کہ اپنے قریب رکھوں تا کہ علاج کی بھی نگرانی ہوتی رہے اور مجھے تسلّی بھی رہے اور خود حضرت سعد کی تیمارداری بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کر سکیں۔ اور یہ بھی روایت میں ہے کہ آپؐ نے ان کے لئے ایسا بھی انتظام فرما دیا تھا کہ باقاعدہ ایک نرس کا انتظام کر دیا تھا جو ان کا علاج کرے، باقاعدہ پٹی کرے، دیکھ بھال کرے اور مسجد نبوی میں ایسے خیمے لگے ہوئے تھے جہاں جنگ کے بعد مریضوں کے علاج معالجہ کے لئے انتظام ہوتا تھا اور وہیں ان کی باقاعدہ نرسنگ وغیرہ بھی ہوا کرتی تھی۔

پھر حضرت اُمّ علاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مَیں بیمار تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے میرے ہاں تشریف لائے اور میری تسلّی کے لئے فرمایا کہ ام علاء! بیماری کا ایک پہلو خوش کن بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مرض کی وجہ سے ایک مسلمان کی خطائیں اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ سونے

لیڈیز کپڑے کی مکمل کولیکشن

اب آپ سے صرف ایک Click دور!

انٹرنیٹ سے ابھی چوائس کریں اور پوری دنیا میں گھر بیٹھے ڈلیوری پائیں

www.woostyles.co.uk

Terms and Conditions applied

اورچاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے۔(ابوداؤد کتاب الجنائز باب عیادۃ النساء)۔

دیکھیں کس طرح سے مریضوں کو تسلی دیتے رہتے تھے۔ اس بات کو آپؐ اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ بیماری کی وجہ سے بیماری کو کوسنے دیئے جائیں، بیماری کو برا بھلا کہا جائے کہ یہ کیا کمبخت بیماری آ گئی ہے، جس طرح بعضوں کو عادت ہوتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ سائب کے پاس گئے تو ان کو تکلیف میں دیکھا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اُمّ سائب نے جواب دیا کہ بخار ہو گیا ہے، خدا اسے غارت کرے۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہرو، بخار کو گالیاں نہ دو کیونکہ یہ مومن کی خطائیں ویسے ہی دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی سونے کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔(الأدب المفرد للبخاری باب عیادۃ المرضیٰ)

اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا ضرور کرنی چاہئے اور آپؐ خود بھی مریضوں کے لئے کیا کرتے تھے لیکن اس طرح کوسنے نہیں دینے چاہئیں۔ دعا اور صدقہ و خیرات سے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنی چاہئے۔ اور بیماری پر جو صبر کی تلقین تھی وہ صرف دوسروں کے لئے نہیں تھی بلکہ اگر خود بھی کبھی بیمار ہوتے تھے یا تکلیف میں ہوتے تھے تو سب سے بڑھ کر صبر دکھانے والے تھے۔

آپؐ کی بیماری کے واقعہ کا ذکر ایک روایت میں یوں آتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ اس حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار تھا اور وہ چادر لے کر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی چادر کے اوپر ہاتھ رکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بخار کی حرارت چادر کے اوپر سے محسوس کی۔ کافی تیز بخار تھا۔ تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو کتنا سخت بخار ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پر اسی طرح شدید آزمائشیں آتی ہیں اور اجر بھی ہم کو بڑھا چڑھا کر دیا جاتا ہے۔ تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کن لوگوں کو سب سے زیادہ آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کو۔ پھر ان کے بعد صلحاء کو اور صالح لوگوں میں سے کسی کو غربت سے آزمایا جاتا ہے اور غربت کے باعث کبھی تو اس کے پاس پہننے کو صرف جبّہ ہی ہوتا ہے جس سے وہ لباس کا بھی اور جبہ کا بھی کام لیتا ہے۔ اور کبھی اسے جوؤں سے آزمایا جاتا ہے اور یہ اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ اسے قتل ہی کر دیتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک آزمائش پر اتنا خوش ہوتا ہے جتنا تم میں سے کوئی کسی چیز کو پانے سے خوش ہوتا ہے۔

(الأدب المفرد للبخاری باب هل یکون قول المریض انی وجع شکایته)

تو یہ ہے آپؐ کا اسوہ کہ بیماری پر صبر اور اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکنا۔ انبیاء تو پاک ہوتے ہیں اور آپؐ تو سب سے بڑھ کر پاک تھے۔ آپؐ نے تو فرمایا کہ میرا تو شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ تو انبیاء کو جو بیماری ہو، بخار ہو وہ گناہوں سے پاک کرنے کے لئے نہیں بلکہ صبر و رضا کا ایک نمونہ دکھانے کے لئے ہوتی ہے تا کہ ماننے والوں کو بھی پتہ لگے کہ یہ صرف نصیحتیں کرنے والے نہیں بلکہ خود بھی ان پر عمل کرنے والے اور اسی صبر و رضا کے پیکر ہیں۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلتے ہوئے آپؐ کے صحابہؓ بھی بیماریوں میں دعاؤں پر زور دیا کرتے تھے اور یہی طریق آگے پھیلاتے تھے۔

عبدالعزیز روایت کرتے ہیں کہ مَیں اور ثابت، انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ ثابت نے کہا اے ابوحمزہ! میں بیمار ہو گیا ہوں۔ اس پر انسؓ نے کہا کیا میں آپ پر وہ دم نہ کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ پھر حضرت انسؓ نے ان الفاظ میں دم کیا۔"اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبُأْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشَافِیَ اِلَّا اَنْتَ شِفَآءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا" (بخاری، کتاب الطب باب رقیۃ النبی ﷺ) کہ اے اللہ! جو لوگوں کا رب ہے، تکلیف کو دور کرنے والا ہے۔ شفا عطا کر دے کیونکہ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔ اس کو ایسی شفا عطا کر کہ بیماری کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے۔

تو مریض کو خود بھی اپنی بیماری کے لئے دعا کرنی چاہئے بجائے اس کے کہ اپنی بیماری کو کوسنے دے۔ اور دوسرے بھی جو عیادت کے لئے جائیں ان کو اس کے لئے دعا کرنی چاہئے اور اسی طرح دعا کے ساتھ صدقات کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں بڑی توجہ دلائی ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے آپ نے فرمایا کہ اپنے مریضوں کا علاج صدقات کے ساتھ کرو یہ تم سے بیماریوں اور آنے والے ابتلاؤں کو دور رکھتا ہے۔(کنزالعمال کتاب الطب حدیث نمبر28182)

تو ایک تو بیماری کی صورت میں صدقات کا حکم ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا علاج ہے۔ پھر بیماریوں اور بلاؤں سے بچنے کے لئے بھی اس طرف توجہ دلائی کہ صدقات دیتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ اگر چھوٹے موٹے ابتلاء آتے بھی ہیں تو ان دعاؤں اور صدقات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے بدنتائج سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر آپؐ مریضوں کی عیادت کے وقت اس کی خواہش کے مطابق خوراک کے انتظام کی بھی کوشش فرمایا کرتے تھے۔ مریض کے بارے میں کوئی پہلو ایسا نہیں جس کو آپؐ نے چھوڑا ہو۔

اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی اور اس سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کس چیز کی خواہش ہے۔ اس نے عرض کی کہ میں گندم کے آٹے کی روٹی کھانا چاہتا ہوں۔ (اس وقت یہ ایسی خوراک تھی جو ہر ایک کو میسر نہیں ہوتی تھی)۔ اس کی بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس گندم کے آٹے کی روٹی ہو تو وہ اپنے اس بھائی کو لا کر دے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا مریض کسی چیز کے کھانے کی خواہش کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے کھلائے۔

(سنن ابن ماجه ۔کتاب الجنائز باب ما جاء فی عیادۃ المریض)

پھر اسی طرح کی ایک اور روایت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا تمہارا کوئی چیز کھانے کو دل کرتا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا کیا تم دودھ شکر میں گوندھے ہوئے گندم کے آٹے کی روٹی کھانا پسند کرتے ہو؟ (میٹھی روٹی بڑی مزیدار ہوتی ہے) تو اس مریض نے کہا کہ ہاں! چنانچہ انہوں نے اس مریض کی مطلوبہ روٹی مہیا کرنے کا ارشاد فرمایا۔

(سنن ابن ماجه کتاب الجنائز باب ما جاء فی عیادۃ المریض)

بعض ڈاکٹر مریضوں کو بعض چیزیں کھانے سے منع کرتے ہیں۔ لیکن آپؐ مریض کی خواہش پوری کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ مریض کی خوراک تو ویسے بھی بیماری میں بہت مختصر سی ہو جاتی ہے، تھوڑی سی رہ جاتی ہے۔ ایک مریض کتنا کھا سکتا ہے جس سے نقصان ہو۔ تو جب ڈاکٹر پابندیاں لگاتے ہیں تو اس کو مزید کمزور کر دیتے ہیں۔ لیکن اب ڈاکٹرز بھی اس طرف آ رہے ہیں بلکہ اب تو اکثر یہ کہتے ہیں کہ خوراک کھانے کی جو مریض کی خواہش ہو تو وہ اس کو دے دینا چاہئے، کھانا چاہئے۔ لیکن ہمارے ہاں جو حکیم ہیں وہ اس بارے میں بڑے پکّے ہیں اور ان کی کوئی بھی دوائی کھائیں تو ایک فہرست مہیا کر دیں گے کہ یہ یہ چیزیں نہیں کھانی۔ وہ چیز نہ کھا کر اتنی احتیاطیں کر کے تو ویسے بھی یا تو مریض نہیں رہے گا یا مرض نہیں رہے گا۔

پھر مریضوں کو بھی شفا پانے کے لئے دعاؤں کے سلیقے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی عیادت فرمائی جو بیماری کے باعث کمزور ہوتے ہوئے چوزے کی طرح ہو گیا تھا۔ بہت مختصر سا ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا تم کوئی خاص دعا کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ پھر اس نے بتایا کہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! جو سزا تو مجھے آخرت میں دینے والا ہے وہ مجھے اس دنیا میں دے دے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہ۔ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ تم یہ دعا کیوں نہیں کرتے کہ اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہ اے اللہ تو ہمیں اس دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ تو راوی کہتے ہیں کہ جب اس مریض نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی۔(مسلم کتاب الذکر والدعاء باب کراهیة الدعاء بتعجیل العقوبة فی الدنیا) تو اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دونوں جہان کی بھلائیاں مانگنی چاہئیں۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ جہاں جسمانی بیماری کو دیکھ کر آپؐ بے چین ہو جاتے تھے، تسلی دیتے تھے، دعا کرتے تھے وہاں روحانی مریضوں کے لئے بھی بے چینی ہوتی تھی۔ اور جن سے کوئی تعلق ہوتا تھا ان کے لئے تو خاص طور پر آپؐ کے بڑے درد بھرے جذبات ہوا کرتے تھے۔ کوشش ہوتی تھی کہ وہ بھی کسی طرح پاک دل ہو جائیں اور جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں تو اس کی رحمت کی نظر اُن پر پڑے۔

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

ایک حدیث میں ایک واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا وہ بیمار ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔اس کے سرہانے بیٹھ کر حال احوال پوچھا اور اسلام قبول کرنے کی بھی تحریک فرمائی۔ لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو پاس ہی بیٹھا تھا۔اس کے باپ نے کہا ابو القاسم کی بات مان لو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لقب تھا) تو چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔حضورؐ خوش خوش وہاں سے یہ کہتے ہوئے واپس آئے کہ سب تعریفیں اس جل شانہٗ کے لئے ہیں جس نے اس نوجوان کو دوزخ کی آگ سے بچالیا۔ (بخاری كتاب الجنائز باب اذا أسلم الصبی فمات هل يصلّى عليه)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مریض کے پاس عیادت کرنے کے سلسلے میں شور وغل نہ کرو اور نہ مریض کے پاس زیادہ بیٹھو کیونکہ مریض کے پاس کم بیٹھنا سنت ہے۔

(مشكوٰة المصابيح)

تو مریض کے کمرے میں شور شرابہ کرنا، بڑی دیر تک جمگھٹا لگا کر بیٹھ رہنا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف تھا۔مریض کی عیادت کرنے کے بعد واپس آجانا چاہئے۔اور گھر کے جو افراد تیمارداری کر رہے ہیں انہیں کو وہاں رہنا چاہئے۔یا اگر ہسپتال میں ہیں تو ہسپتال کے انتظام کے تحت۔بعض دفعہ عزیز رشتہ دار ہسپتالوں میں بھی اتنا رش کر دیتے ہیں کہ ساتھ کے دوسرے مریض بھی ان کے بچوں اور ان کے اپنے شور سے ڈسٹرب ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔اور پھر ایسی صورت میں بعض دفعہ ہسپتال کی انتظامیہ کو سختی بھی کرنی پڑتی ہے۔ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ رَش کرنے کی عموماً عادت ہے۔بعض اوقات مریض کے پاس زیادہ رش کرنے کی وجہ سے لوگوں کی سانسوں کی وجہ سے، مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں، فضا بھی اتنی صاف نہیں رہتی جس سے مریض کی تکلیف بڑھنے کا بھی امکان ہوتا ہے۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھیں ہمارے سامنے پہلے ہی یہ اسوہ رکھ دیا کہ مریض کی عیادت کرو، اس کو تسلی دو، اس کے لئے دعا کرو اور واپس آجاؤ۔ وہاں بیٹھ کے مجلسیں نہ جماؤ۔اسی طرح ان کے علاوہ مریض کے گھر والوں کو بھی جو تیمارداری کر رہے ہیں زیادہ رش نہیں کرنا چاہئے۔

پھر اپنی امت کو بھی آپؐ نے اس خُلق کو اپنانے اور مریضوں کی عیادت کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم! مَیں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔اس پر وہ جواب دے گا تو ربّ العالمین ہے تو کیسے بیمار ہو سکتا ہے اور مَیں تیری عیادت کس طرح کرتا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں ہوا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے اور تو اس کی عیادت کے لئے نہیں گیا تھا۔کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اور اس کی عیادت میری عیادت ہوتی۔

(مسلم كتاب البر والصلة باب فضل عيادة المريض)

پس مریضوں کی عیادت کرنا بھی خدا تعالیٰ کے قرب کو پانے کا ہی ایک ذریعہ ہے۔ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہئے۔خاص طور پر جو ذیلی تنظیمیں ہیں ان کو میں ہمیشہ کہتا ہوں۔خدمت خلق کے جو اُن کے شعبے ہیں لجنہ کے، خدام کے، انصار کے ایسے پروگرام بنایا کریں کہ مریضوں کی عیادت کیا کریں، ہسپتالوں میں جایا کریں۔اپنوں اور غیروں کی سب کی عیادت کرنی چاہئے اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ بھی ایک سنت کے مطابق ہے۔اور ہمیشہ اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قرب پانے کے ذریعے ہم اختیار کریں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی بتا دیا کہ عیادت کس طرح کرو۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیادت کا ایک عمدہ طریق یہ ہے کہ آدمی مریض کے پاس جائے، اس کی پیشانی یا اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس سے پوچھے کہ اس کی طبیعت کیسی ہے۔اور آپس میں ملنے ملانے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملتے وقت مصافحہ کرو تو اس طرح ایک اپنائیت اور محبت کا احساس اور بڑھے گا۔

(ترمذی أبواب الأدب باب ما جاء فی المصافحة ومشكوٰة باب المصافحة والمعانقة)

M. S. DOUBLE GLAZING LTD

Supplier & Installers

UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries

For Friendly Quote Please Contact: ***Muhammad Sajid Qamar***

Tel: 020 8239 8312 Mobile:07734470783 Fax: 020 8664 1190

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

پھر ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا تھا کہ بیماروں کی عیادت کیا کرو۔پس ہم سب کو اس حکم کی بھی تعمیل کرنی چاہئے۔

پھر آپؐ نے فرمایا جب کسی مریض کی عیادت کو جاؤ یا کسی کے جنازے میں شرکت کرو تو زبان سے خیر کے کلمات کہو کیونکہ فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہہ رہے ہوتے ہیں۔(صحیح مسلم)۔تو وہاں بھی اچھی باتیں کرو۔دعائیں کرو اپنے لئے بھی، مریض کے لئے بھی۔

پھر عیادت کی ترغیب دلاتے ہوئے آپؐ نے فرمایا جس کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے۔یا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی بھائی سے ملنے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی یہ صدا لگاتا ہے کہ تو خوش رہے، تیرا چلنا مبارک ہو، جنت میں تیرا ٹھکانا ہو۔(ترمذی باب ما جاء فی زيارة الأخوان ۔سنن ابن ماجه كتاب الجنائز باب فی ثواب من عاد مريضًا) اصل میں تو یہ ایک انسان کا دوسرے انسان کے لئے ہمدردی اور نیک جذبات کے اظہار کا اعلان ہے۔پس ان جذبات کو پھیلانے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔تبھی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی جنتوں کو حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مریضوں کی عیادت فرماتے تو بعض اوقات بعض نسخے بھی تجویز فرمایا کرتے تھے۔ان کا روایات میں ذکر ملتا ہے۔چند ایک کا میں ذکر کرتا ہوں یہ اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ آپؐ کو مریضوں کی کتنی فکر رہا کرتی تھی۔ان کے علاج معالجے، خوراک وغیرہ کا بھی خیال رکھتے تھے اور بعض بیماریوں کا علاج بھی فرمایا کرتے تھے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس سیاہ دانے یعنی کلونجی میں ہر مرض سے نجات دینے کے لئے شفا رکھ دی گئی ہے سوائے موت کے۔ (بخاری كتاب الطب باب الجنة السوداء)۔تو آپؐ بعض لوگوں کو بعض بیماریوں کے لئے نسخے تجویز بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ کھاؤ۔ سنا ہے یہ دردوں کے لئے بڑی اچھی چیز ہے۔اَور بیماریوں کے لئے بھی ہو گی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

پھر ایک دفعہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے۔اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ اس کو شہد پلاؤ۔وہ شخص دوبارہ حاضر ہوا، تکلیف دور نہ ہوئی تھی۔فرمایا اور شہد پلاؤ۔تکلیف نہیں دور ہوئی۔پھر وہ تیسری دفعہ آیا تو آپؐ نے کہا اسے اور شہد پلاؤ۔لیکن ہر دفعہ وہ یہی شکایت لے کر آتا۔اس پر آپؐ نے فرمایا: صَدَقَ اللّٰهُ وَ كَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا لیکن تیرے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ بولا ہے۔اسے شہد ہی پلاؤ۔(بخاری كتاب الطب۔ باب الدواء بالعسل وقول الله تعالىٰ فيه شفاء للناس)۔پتہ نہیں کس صورت میں اس کو پلا رہے تھے بہرحال شہد پلاتے رہے اور آخر میں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہو گیا۔۔شہد بھی مختلف قسم کے ہیں اور مختلف بیماریوں کے لئے بعض مختلف قسم کے شہد ہوتے ہیں۔

پھر ایک نسخہ کا روایت میں یوں ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انجیر کھایا کرو۔پھلوں میں سے بڑا اچھا پھل ہے۔اگر میں یہ کہوں کہ جنت سے ایک پھل نازل ہوا ہے تو مَیں یہ کہوں گا کہ انجیر جنت سے آنے والا ایسا پھل ہے جس میں گٹھلی نہیں ہے۔پس اس کو کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کے مرض کو دور کرتا ہے اور نَقرس (Gout) کے مرض میں بھی نفع بخشتا ہے۔(كنز العمال ۔كتاب الطب)۔جن کو گاؤٹ کے مرض کی تکلیف ہوتی ہے اس کے لئے بھی اچھا ہے۔

پھر ایک نسخے کا ذکر ہے کشمش کے بارے میں آتا ہے کہ اس کا استعمال کرنا چاہئے کیونکہ یہ کڑواہٹ کو دور کرتا ہے، بلغم کو دور کرتا ہے، اعصاب کو مضبوط کرتا ہے، لاغر پن کو دور کرتا ہے، اخلاق کو عمدہ کرتا ہے۔دل کو فرحت بخشتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے۔(كنز العمال كتاب الطب)

اس بارے میں بھی بڑے لوگوں نے تجربہ کیا ہے۔بعضوں نے عرق گلاب میں ڈبو کر کشمش کھائی ہے اور جن کے دل کی نالیاں بند تھیں اور ڈاکٹر بائی پاس آپریشن تجویز کر رہے تھے وہ اللہ کے فضل سے کھل گئیں۔اس تجربے کو کئی لوگوں نے مجھے بتایا ہے۔

پھر زیتون کے بارے میں آتا ہے کہ اس کی مالش کیا کرو کیونکہ اس میں جذام سمیت ستّر امراض کے لئے شفا ہے۔کھایا بھی کرو۔(كنز العمال كتاب الطب)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مریض کو اور غمزدہ افراد کو شہد اور آٹے سے تیار کردہ پتلی کھیر کھلانے کا آپؓ کہا کرتی تھیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مریض

کے دل کو فرحت بخشتی ہے اور اس کا کچھ غم دور کر دیتی ہے۔

(بخاری کتاب الطب۔ باب التلبینۃ للمریض)

پھر کھجور کے بارے میں فرمایا کہ یہ بھی کھانی چاہئے۔قولنج کو دور کرتا ہے۔غرض بے انتہا نسخے ہیں۔

ایک اور مَیں یہاں بھی بیان کر دیتا ہوں۔فرمایا کہ گائے کا دودھ پینا چاہئے کیونکہ یہ دوا ہے اور اس کی چربی اور مکھن میں شفا ہے اور تمہیں اس کا گوشت کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے کہ اس کے گوشت میں ایک قسم کی بیماری ہے۔(کنزالعمال کتاب الطب)

تو یہ بات اب ثابت شدہ ہے کہ گائے کا گوشت زیادہ کھانے والوں میں بعض قسم کی بیماریاں آجاتی ہیں۔مثلاً جن مریضوں کو یورک ایسڈ ہو، گاؤٹ کی تکلیف ہو ان کو ڈاکٹر منع کرتے ہیں کہ گائے کا گوشت نہ کھائیں۔ پھر بعض اَور بیماریاں ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے، کسی خاص مریض کو کسی خاص بیماری کی وجہ سے نصیحت فرمائی ہو، شاید وہاں گائے کے گوشت کا زیادہ استعمال ہوتا ہو۔ پھر بلڈ پریشر کے مریضوں کو بھی اور دل کے مریضوں کو بھی ڈاکٹر گائے کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔تو دیکھیں آج سے چودہ سو سال پہلے آپ نے یہ ساری باتیں بتا دیں جو آج کل کی ریسرچ میں پتہ لگ رہی ہیں۔(جہاں تک چربی کا سوال ہے یہ ابھی واضح نہیں ہے کہ اس میں کیا اس کی خصوصیات ہیں۔کوئی نیوٹریشنسٹ (Nutritionist) ہی بتا سکتے ہیں۔اگر کسی کو پتہ ہو کہ گائے کی چربی کا کیا فائدہ ہوتا ہے اور کہاں کی خاص چربی ہے جس سے جسم کو فائدہ ہوتا ہے۔اگر کوئی ایسے ماہر ہوں جن کے علم میں ہو تو مجھے بھی بتائیں۔اور اگر علم میں نہیں ہے تو اس کا علم حاصل کرنے کی کوشش کریں۔جیسا کہ آپؐ نے فرمایا ہے اور ایک گائیڈ لائن دی ہے۔) تو جیسا کہ مَیں نے کہا بے انتہا نسخے ہیں جو آپؐ علاج کے وقت تجویز فرمایا کرتے تھے۔اب تو ان کو بیان کرنے کا وقت بھی نہیں۔ یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے تھا کہ مخلوق سے آپؐ کو بے انتہا محبت، پیار اور ہمدردی تھی۔آپؐ کا دل اس ہمدردی سے بھرا ہوا تھا۔جس کی وجہ سے آپؐ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کس طرح مَیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچاؤں۔

اللہ تعالیٰ کے ہزاروں ہزار درود و سلام ہوں اس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس اسوہ پر چلنے کی اور ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے ہم بھی اس کی مخلوق کی خدمت کی توفیق پا سکیں۔

دنیائے مذاہب

کیتھولک چرچ کے نئے پوپ منتخب ہو گئے

(خالد سیف اللہ خان۔ آسٹریلیا)

خبروں کے مطابق کارڈینل رٹزنگر (Cardinal Ratzinger) کیتھولک عیسائیوں کے 265 ویں پوپ منتخب ہوگئے ہیں۔آپ اپنے مذہب کے چوٹی کے عالم سمجھے جاتے ہیں اور عیسائی عقیدہ پر گزشتہ پوپ کے مشیر اور کالج آف کارڈینلز کے ڈین تھے۔ (Dean College of Cardinals)۔ان کی عمر 78 برس ہے اور تعلق جرمنی سے ہے۔جرمن چانسلر نے ان کے انتخاب کو جرمنی کے لئے باعث اعزاز قرار دیا ہے۔ پوپ جان پال دوم کے جنازہ کی دعا بھی انہوں نے ہی کروائی تھی۔

کُل 115 کارڈینلز نے رائے شماری میں حصہ لیا جن کا تعلق اگرچہ 59 ممالک سے ہے لیکن نصف کے قریب یعنی 52 صرف یورپ سے ہیں جن میں سب سے زیادہ تعداد اٹلی والوں کی ہے، یعنی 23 ہیں۔ دوسرا بڑا گروپ 21 کا لاطینی امریکہ سے ہے۔

کارڈینلز اپنے نظریات کے اعتبار سے بھی تین گروپوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک گروپ قدامت پسند یا بنیاد پرست (Conservative) ہے۔دوسرا گروپ Reformist (یعنی ترقی پسند اور جدّت پسند) ہے۔ اور تیسرا دونوں انتہاؤں کے درمیان Moderate (یعنی اعتدال پسند) ہے۔

قدامت پسند حصہ چرچ کی تعلیم کو اپنی مذہبی روایات پر قائم رکھنا چاہتا ہے اور وہ اسے لوگوں کی خواہش اور مطالبہ پر تبدیل کرنا نہیں چاہتے۔مثلاً وہ مانع حمل ادویات اور طریقوں کے استعمال کو جائز قرار دینے کے خلاف ہیں۔ وہ اگرچہ یہودیوں اور مسلمانوں سے تعلقات بہتر کرنا چاہتے ہیں مگر یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے بارہ میں جو وہ عقیدہ رکھتے ہیں اس میں کسی قسم کی لچک پیدا کرنے یعنی مداہنت کے خلاف ہیں۔

دوسرا گروپ جو ریفارمسٹ ہے ان کا کہنا ہے کہ عیسائیت کی ترقی کے لئے چرچ کو زمانہ کے ساتھ چلنا چاہئے اور ناقابل عمل باتوں پر اصرار کر کے چرچوں کو عبادت گزاروں سے خالی نہیں کرنا چاہئے۔

اعتدال پسند طبقہ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان کوئی درمیانی راستہ نکالنا چاہتا ہے۔الیکشن کے نتیجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدامت پسندوں کو اکثریت حاصل ہے۔اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سوائے دو کے سبھی کارڈینلز آنجہانی پوپ کے مقرر کردہ تھے۔اور وہ ایسے ہی افراد کو اس عہدہ پر مقرر کرتے تھے جو ان کے نظریات سے متفق ہوں۔

اب نئے پوپ کے انتخاب کے بعد سب کارڈینلز اپنے عہدوں سے موقوف ہو جائیں گے اور نئے پوپ نئے سرے سے ان کا تقرر کریں گے۔خواہ موجودہ کو برقرار رکھیں یا نئے متعین کردیں۔ یوں نظریات و عقائد کا تسلسل برقرار رہتا ہے۔

پوپ کے انتخاب میں اٹلی کے پادریوں کا خاص حق سمجھا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پوپ کا بنیادی عہدہ "Bishop of Rome" کا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ روایت چلی آئی ہے کہ روم (Rome) کے پریسٹ ہی پوپ کو منتخب کرتے رہے ہیں۔ اسی لئے جب کوئی کارڈینل مقرر کیا جاتا ہے تو وہ روم کا پریسٹ بن جاتا ہے۔اور اکثر اسے روم کے کسی اچھے چرچ میں پریسٹ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ ہر کارڈینل کے لئے اطالوی زبان کا علم ضروری ہے۔یوں جب سارے کارڈینلز روم (Rome) کے پریسٹ بن جاتے ہیں تو وہ روایتاً بھی پوپ کو منتخب کرنے کے لئے گویا اہل ٹھہرتے ہیں۔

الیکشن شروع ہونے سے پہلے گزشتہ پوپ کی انگوٹھی جسے Fisherman's Ring کہتے ہیں اور مہریں بنانے کی ڈائی (جو مہریں سرکلرز اور ارشادات و فرامین پر لگائی جاتی ہیں) وہ ایک ہتھوڑے سے توڑ دی جاتی ہیں۔ یہ اس بات کا علامتی اظہار ہوتا ہے کہ اُس پوپ کی اتھارٹی ختم ہوگئی ہے۔

ایک پوپ کی زندگی میں اس کے جانشین کے بارہ میں کسی کارڈینل کو کچھ کہنے کی اجازت نہیں ہوتی لیکن پوپ کی وفات کے بعد یہ پابندی ختم ہو جاتی ہے اور باہم صلاح مشورے شروع ہو جاتے ہیں لیکن جونہی کمرۂ انتخاب میں داخل ہوتے ہیں یہ اجازت ختم ہو جاتی ہے۔ کمرۂ انتخاب جو بڑے گرجے سے ملحقہ پرائیویٹ احاطہ میں ایک چھوٹے گرجا کا ایک حصہ ہوتا ہے۔(اس کا نام Sustine Chapel ہے) اس کمرہ کو Conclave کہا جاتا ہے۔جو دراصل Cum-Clave ہے جس کا لفظی ترجمہ چابی کے ساتھ یا چابی والا ہے اور مطلب یہ ہے کہ کارڈینلز صرف پوپ کے الیکشن پر توجہ دیں۔

پوپ کے انتخابی قواعد تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ عیسائیت کی ابتدائی صدیوں میں شہر روم کے عوام، بادشاہ اور اونچے طبقہ کے خاندان پوپ کو چنا کرتے تھے۔ یہ لوگ اکثر ایک دوسرے کے حریف اور مخالف ہوتے تھے اس لئے انتخاب میں بھی مشکل پیش آیا کرتی تھی۔ اس مشکل کا حل یہ نکالا گیا کہ پوپ کا انتخاب 1179ء سے صرف کارڈینلز کے سپرد کر دیا گیا جو دو تہائی ووٹوں کی کثرت سے منتخب کیا کرتے تھے۔لیکن کارڈینلز کا باہم اتفاق بھی کوئی آسان بات نہ تھی۔ چنانچہ گریگوری دہم کے انتخاب میں جو 1268ء اور 1271ء کے درمیان ہوا تھا 33 ماہ کا عرصہ انتخابی کارروائی پر لگ گیا۔ گریگوری دہم نے پوپ بن کر ایسے قواعد بنا دئے تھے جس سے اتنی دیر نہ لگے اور معاملہ جلد طے پا جایا کرے۔کارڈینلز کو جلد انتخاب پر مجبور کرنے کے لئے کمرہ کو باہر سے تالہ لگا دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے اس کا نام Conclave پڑا۔ پھر کبھی یہ بھی کیا گیا کہ ان کو کھانا دینا بند کر دیا گیا۔ایک بار تو اس کمرہ کی چھت کو اوپر سے کھولا گیا تا روح القدس وہاں سے اندر کمرہ میں داخل ہو کر کارڈینلز کی رہنمائی کر سکے۔ اب بھی یہ عقیدہ ہے کہ روح القدس کی رہنمائی کارڈینلز کو حاصل ہوتی ہے۔چنانچہ یہی دعائیہ نظم پڑھتے ہوئے کارڈینلز کمرۂ انتخاب میں اب بھی داخل ہوتے ہیں کہ ہمیں Holy Ghost کی رہنمائی ملے۔اب سے کوئی پانچ صدیاں پہلے 1503ء میں جولیس (Julius II) کا انتخاب صرف ایک دن میں مکمل ہو گیا تھا بلکہ لوگوں کو نتیجہ کا پہلے سے ہی علم تھا۔ کیونکہ جولیس نے کارڈینلز کو رشوت دے کر ان کے ووٹ خرید لئے تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ تجربہ کی روشنی میں انتخابی قواعد کافی بہتر ہو گئے ہیں۔حالیہ انتخاب میں کارڈینلز کے آرام کا خیال رکھا گیا تھا (اگرچہ دروازہ تو اب کے بھی باہر سے بند کر دیا گیا تھا)۔ کمرہ میں داخلہ کے بعد تمام کارڈینلز انتخابی کارروائی کو مکمل طور پر خفیہ رکھنے کا حلف اٹھاتے ہیں۔ بصورت خلاف ورزی اخراج و مقاطعہ (Ex-Communication) کی سزا دی جاتی ہے۔ ہر ووٹر انفرادی طور پر اپنا بیلٹ ڈالتا ہے۔ گروپ کی صورت میں ووٹ ڈالنا منع ہے۔ باہر کی دنیا سے ہر رابطہ منقطع کر دیا جاتا ہے۔ اندر نہ موبائیل فون جا سکتے ہیں، نہ اخبارات، نہ ٹی وی، نہ خطوط اور پیغامات وغیرہ حتیٰ کہ اشارے کرنا بھی منع ہوتا ہے۔

ہر روز دو دفعہ صبح اور دو دفعہ شام کو ووٹ ڈالے جاتے ہیں جن سے دھوئیں کا رنگ یا سفید یا سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ جب صبح (18/اپریل کو) پہلے الیکشن کے خاتمہ پر انگیٹھی جلائی گئی تو باہر کھڑے ہزاروں لوگوں کے ایک حصہ کو دھوئیں کا رنگ سفید لگا جس سے لوگوں کو خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے تالیاں بجائیں اور نعرے لگانے شروع کر دئے۔لیکن پھر دھوئیں کا رنگ کالا سیاہ ہو گیا۔تو لوگوں کے چہرے لٹک گئے۔ ایک امریکن پادری پیٹر مچل بھی ان میں کھڑے تھے انہوں نے اپنے اردگرد کھڑے لوگوں سے کہا کہ: 'یہ اٹلی ہے یہاں کوئی کام وقت پر نہیں ہوتا'۔

لیکن اب کے تو دوسرے روز چوتھی بار کے بیلٹ کے بعد سفید دھواں نمودار ہو گیا اور ساتھ گھنٹیاں بجنے لگیں تو لوگوں نے مسرت کے انداز سے کہا کہ پانچ سو سال کے بعد یہ موقع دوبارہ آیا ہے کہ پہلے ہی روز پوپ کا انتخاب مکمل ہو گیا ہے۔ حالانکہ جولیس دوم کی طرح پوپ Benedict XVI (یہ کارڈینل Ratzinger نے اپنے لئے نیا نام منتخب فرمایا ہے) نے کسی کارڈینل کو کوئی رشوت نہیں دی۔

”الوصیت“ میں بیان فرمودہ نصائح پر ایک طائرانہ نظر

(انور محمود خان - امریکہ)

”الوصیت“ 32 صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے مگر گہرے مضامین کا ایک بے کنار سمندر۔ کیا شان ہے تحریر کی، کیا بلاغت ہے کلام کی، کیا لطیف انداز ہے بیان کا کہ جتنی مرتبہ اس کا مطالعہ کریں روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور اس کے معارف میں ڈوب کر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ پہلے چند صفحات میں قوانینِ قدرت کا بیان ہے جو عالمِ روحانی میں جاری و ساری ہیں۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات اور ایک موصی کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو تدریجاً بیان کیا گیا ہے۔ کس طرح خدا تعالیٰ کے نبی خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلفاء اور پھر وہ تمام نفوس جو نظامِ وصیت میں شامل ہیں ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں۔ اور ان سب کو باندھنے والی قدرِ مشترک روح القدس ہے جس کے ذریعہ سے نورِ خدا درجہ بدرجہ ہر ایک وصیت کرنے والے کے حصہ میں اپنی استطاعت کے مطابق سرایت کرجاتا ہے۔ اور حضور اقدس علیہ السلام نے اس انتشار روحانیت کو اپنے آنے کا مقصد بلکہ تقدیرِ الٰہی قرار دیا۔

آیئے ان پاکیزہ تحریرات کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور پھر یکجائی طور پر جمع کر کے مطالعہ کریں اور اس شاندار روحانی ربط و ترتیب سے لذت اٹھائیں۔

حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ (المجادلہ:22) اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے اسی طرح قوی نشانوں کے ساتھ اسکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ کر دیتا ہے“۔

ان چند کلمات میں عالمِ روحانی میں جاری و ساری قانون کی نشاندہی فرمائی گئی ہے اور دو اہم امور اس کی بابت بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل یہ کہ ازل سے اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ اس کے فرستادے ہمیشہ کامیاب و کامران ہوتے ہیں اور ان کے وجود سے دنیا قدرتِ خداوندی کے نظارے مشاہدہ کرتی ہے۔ انتہائی نامساعد حالات اور بعید از قیاس مشکلات کے باوجود ہمیشہ انبیاء ہی غلبہ پاتے ہیں اور دوم یہ کہ ایک گروہ کبیر اس نورِ نبوت سے حصہ لے کر اپنی زندگیوں میں ایک پاکیزہ انقلاب لاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ایک ذاتی رشتۂ الفت استوار کرتا ہے۔ اس طور پر یہ گروہِ صالحین نبی کی حقانیت کی منہ بولتی تصویر بن جاتا ہے اور یہی درحقیقت غلبہ کی حقیقی تعریف ہے۔

جس طرح عالمِ ظاہری میں سورج اپنی تمازت اور انتشارِ نور میں اپنی مثال آپ ہے اور ایک نابینا بھی اس کے وجود سے منکر نہیں ہو سکتا۔ اِسی طرح انبیاء علیہم السلام عالم روحانی کے سورج ہوتے ہیں اور اپنے وجود سے سارے ماحول کو بقعۂ نور بنا دیتے ہیں۔ یہی انتشار روحانیت نبی کی حقانیت پر ایک دلیل محکم ہے۔ اس کے بعد بیان کو جاری رکھتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہؤا اور میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔“

ان فقرات میں خلافتِ حقہ کی تعیین کی گئی ہے اور ان کو قدرت ثانیہ کا مظہر قرار دیا۔ یہ کیسے ہوگا؟ اس کی نشاندہی بھی فرما دی۔ چنانچہ فرمایا: ”اور جب تک کوئی روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو“ یعنی خلیفہء برحق وہ وجود ہول گے جو روح القدس سے کھڑے کئے جائیں گے اور اس طور پر جماعت مومنین کو یہ تسلّی دلائی کہ وہ نورِ خدا جس سے نبی نے حصّہ پایا وہی الٰہی تصرف سے ان مظاہر قدرتِ ثانی میں جلوہ گر ہوگا۔ بالفاظ دیگر وہ بھی اسی طرح کامیاب و مظفر و منصور ہوں گے جس طرح خدا کے فرستادے ہوئے۔ اس طور پر وہ سلسلۂ روحانی کی دوسری کڑی ہوں گے۔

اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔“

روح القدس کے نزول کا یہ ذکر یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ اگلے فقرے ہی سے ایک نئے باب کا اضافہ ہوتا ہے ایک تیسری کڑی کی جھلک نظر آتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

”اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کو پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو۔ بجز روح القدس حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی۔“

یعنی موصیان وہ گروہِ خوش نصیب ہیں جو اِن نصائح پر عمل پیرا ہو کر اس روح القدس سے بقدر استطاعت حصّہ لے سکتے ہیں جس سے خدا کے نبی اور خلفاء معمور ہوئے۔ جیسا کہ یہ الفاظ جو حضور علیہ السلام نے ان نصائح کے بعد تحریر فرمائے۔

”تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو تو دیکھو مَیں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔“

اس کے بعد فرماتے ہیں:

”ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں“۔

آیئے اب یہ مطالعہ کرتے ہیں کہ اس روح القدس سے حصہ پانے کی کونسی راہیں ہیں جو زمانے کے امام نے ہمیں اس مختصر رسالہ میں سمجھائیں۔

”1۔ نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔

2۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں۔

3۔ خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذّت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجبِ غضبِ الٰہی ہو۔

4۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔

5۔ اگر تم صاف دل ہو کر اسی کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

6۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذت چھوڑ کر، اپنی عزت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔

7۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔

8۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ وہ اگر نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔

9۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا۔

10۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھر بھی ملونی اپنی اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔

11۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔

12۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی۔

13۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔

14۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔

15۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔

16۔ کینہ وری سے پرہیز کرو۔

17۔ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔

18۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔

19۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے“۔

حضرت مسیحِ موعودؑ نے خدا تعالیٰ کی وحی اور متواتر اخبارِ غیبیہ کی روشنی میں ایک قطعۂ زمین وقف کر کے قبرستان کے قیام کا اہتمام فرمایا اور اس کے لئے تین مرتبہ جنابِ الٰہی میں یوں التجا فرمائی۔

”اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اس کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یارب العالمین

پھر مَیں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کے اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یارب العالمین

پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور و رحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں۔ اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یارب العالمین“۔

ہمارے آقا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے یکم اگست 2004ء کو جلسہ سالانہ برطانیہ میں خطاب کرتے ہوئے یہ اپیل کی ”پس غور کریں، فکر کریں، جو سستیاں اور کوتاہیاں ہو چکی ہیں ان پر استغفار کرتے ہوئے اور حضرت مسیحِ موعودؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جلد از جلد اس نظامِ وصیت میں شامل ہو جائیں اور اپنے آپ کو بھی بچائیں اور اللہ کے فضلوں سے بھی حصہ پائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے“

آیئے ہم سب سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کا مظاہرہ کرتے ہوئے جلد از جلد نظامِ وصیت میں شمولیت اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ ہماری مدد فرمائے آمین۔

محترم شیخ عبدالماجد (مرحوم)

(شیخ عبدالمالک ۔ کراچی)

انتہائی محنت اور عرق ریزی سے گزشتہ سو برس کے اخبارات ،رسائل اور برصغیر کے وسیع لٹریچر کو کھنگال کر قیمتی حوالہ جات کی کھوج لگا کر نہایت اہم تاریخی نوادرات کو اپنی گراں قدر تالیفات میں شامل کرنے والے ،غُلو اور شخصیت پرستی کے دبیز پردوں میں غائب ہو جانے والے حقیقی ''اقبال'' کا پتہ دینے والی کتب کے مؤلف، ''علامہ اقبال اور احمدیت'' کے حوالے سے دنیا بھر کے ماہرینِ اقبالیات کو دعوتِ تحقیق دینے والے تحریکِ پاکستان اور تحریکِ آزادی کشمیر کی صحیح تاریخ کے خاکے روزِ روشن کی طرح نمایاں کرنے کا قلمی جہاد کرنے والے ،اکابرین سلسلہ وملکی دانشوروں سے زبردست خراجِ تحسین وصول کرنے والے اور جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں بہت مفید اضافے کرنے والے، مخلص فدائی ،دیرینہ خادمِ سلسلہ، ممتاز محقق، مؤلف ومضمون نگار اور خاکسار کے برادرِ اکبر محترم شیخ عبدالماجد صاحب 3 دسمبر 2004ء کو لاہور میں 71 برس کی عمر میں ہم سب کو داغِ مفارقت دے کر محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ (اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

1924ء میں پندرہ برس کی عمر میں ہندو مذہب کو تیاگ کر، اسلام کی آغوش میں آکر علمِ دین کی تکمیل کے بعد ساری زندگی خدمتِ دین میں وقف کرنے والے نہایت مخلص اور وفادار بزرگ مجاہد حضرت شیخ عبدالقادر صاحب (سابق لالہ سوداگرمل) فاضل مربیِ سلسلہ احمدیہ کو 2 دسمبر 1933ء کو ربّ الودود نے جس خوبصورت پہلی اولاد سے نوازا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اُس کا نام ''عبدالماجد'' عطا فرمایا۔ ہمارے والد ماجد (اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے) سلسلہ احمدیہ کے ممتاز سکالر، نامور مؤلف ومصنف و مقرر تھے اور وہ سیرت سید الانبیا ﷺ، حیاتِ طیبہ، حیاتِ نُور، حیاتِ بشیر، لاہور تاریخ احمدیت جیسی ضخیم اور بلند پایہ اور معرکہ آرا کتب کے مؤلف ومصنف تھے۔ ''تذکرہ'' اور رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی تدوین میں انہوں نے نمایاں کردار ادا کرنے کی سعادت پائی۔ اب خاکسار ذیل میں محترم ماجد بھائی جان کی جماعتی، علمی اور تحقیقی خدمات کا مختصراً تذکرہ کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز ۔ ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

مشہور مثل ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' کے مطابق محترم ماجد بھائی جان خدمتِ دین کا طبعی رجحان رکھتے تھے اور گھریلو و جماعتی ماحول کے تحت ادیب فاضل کرنے کی ٹھانی جو فرسٹ پوزیشن حاصل کر کے پاس کیا۔ گریجویشن کیا۔ نوجوانی کے زمانہ میں خدام الاحمدیہ کے پروگراموں کے تحت مصروفِ عمل رہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے تحت ''فاروق'' سوونیئر کے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۶ کے شماروں کی ترتیب و اشاعت میں بہت نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی طرح مختلف طرح کے تبلیغی فولڈرز کی ہزارہا تعداد کی اشاعت میں حصہ لیتے رہے۔ وقتاً فوقتاً محترم والد صاحب کے تالیفی و تصنیفی امور میں ان کی معاونت کرتے تھے۔ بڑے ماموں جان محترم شیخ عبدالقادر مرحوم محقق عیسائیت تھے۔ وہ عظیم سکالر ومصنف، بلند پایہ ادیب و شاعر اور قرآن کے عالم تھے۔ (وفات ۵ نومبر ۱۹۹۵) اُن کے علمی کارنامے قریباً ۶۰ سال پر محیط ہیں۔ انہوں نے ۶۰۰ سے زائد مضامین لکھے، کسرِ صلیب کانفرنس ۱۹۷۸ء میں بحیثیت ریسرچ سکالر ومقرر حصہ لیا۔ محترم ماجد بھائی جان نے ماموں جان محترم کے مختلف تحقیقی وعلمی امور میں قریباً چالیس سال تک معاونت کی سعادت حاصل کی۔

محترم شیخ عبدالماجد صاحب نے دینِ حق کی سربلندی کے لئے جماعتِ احمدیہ عالمگیر کی سرگرمیوں اور ساری دنیا میں پھیلے احمدی اکابرین ومجاہدین کی خدمات سے احمدی وغیر احمدی پبلک کو آگاہ کرنے کے لئے ۷۷۔۱۹۷۶ء میں چارٹس پر مشتمل ایک وسیع تصویری تبلیغی نمائش کی تیاری کا آغاز کیا جو سلسلہ احمدیہ کے ذخیرۂ لٹریچر سے اخذ کردہ پُر معارف تحریرات، مفید حوالہ جات اور تصاویر پر مشتمل تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ملاحظہ وخوشنودی کے بعد محترم بھائی جان کی طرف سے یہ نمائشی چارٹس ۱۹۷۷ میں مرکزی ضروریات کے لئے وقف کر دئے گئے۔ نیز بعد ازاں جو نمائشی چارٹس تیار کرتے رہے وہ نظارتِ اصلاح وارشاد کو بطور عطیہ دئے گئے۔ جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء اور ۱۹۸۳ء کے ایّام میں شام کے وقت چار صد تبلیغی تصویری چارٹس پر مشتمل یہ نمائش دفاتر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے گراسی پلاٹ میں سجائی جاتی رہی۔ اسی طرح خدام الاحمدیہ اور جماعت کے مختلف اجتماعات میں اور جلسہ سالانہ کے دنوں میں جلسہ کے اختتام پر نظارتِ اصلاح وارشاد کے تحت شبینہ اجلاس کے بعد یہ نمائش بھی سجائی جاتی رہی۔ جبکہ زائرین نمائش کے بارے میں اپنے تاثرات ''رائے بُک'' میں قلم بند کرتے رہے۔ یہ تاریخی ریکارڈ چار رجسٹروں پر مشتمل ہے اور نظارت کی تحویل میں ہے۔ محترم مولانا صدیق صاحب امرتسری نے ۱۹۸۲ میں نمائش سے متاثر ہو کر اپنے جذبات ایک منظوم کلام کی صورت میں محترم بھائی جان کو بھجوائے۔ صد سالہ تقریبات جوبلی ۱۹۸۹ء جماعتِ احمدیہ لاہور کی زیرِ اہتمام بھی آپ نے ایک تصویری، تربیتی وتبلیغی نمائش مزید چارٹس کی صورت میں تیار کی۔

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی خودنوشت سوانح عمری ''تحدیثِ نعمت'' کا پہلا ایڈیشن 1971ء میں شائع ہوا۔ جب دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کی ضرورت پیش آئی تو حضرت چوہدری صاحب نے اپنے دوستوں سے خواہش کی کہ ''تحدیثِ نعمت'' کی ازسرنو کتابت کروائی جائے اور کتاب ممکن حد تک اغلاط سے مبّرا ہو۔ محترم شیخ عبدالماجد صاحب اسے اپنی خوش نصیبی قرار دیتے تھے کہ یہ فریضہ اُن کے سپرد کیا گیا اور شُکر گزار تھے کہ اڑھائی سال کی محنت کے بعد جب دوسرے ایڈیشن کی اشاعت ہوئی تو حضرت چوہدری صاحب سمیت بہت سے بزرگوں نے اس ایڈیشن کی کتابت، چھپائی اور اغلاط سے پاک ہونے پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ محترم شیخ عبدالماجد صاحب کی بالواسطہ درخواست پر حضرت چوہدری صاحب نے ازراہِ نوازش 1971ء سے 1981ء تک کے واقعات بھی قلم بند کروا کر انگلستان سے بھجوا دئے جو تتمّہ کے طور پر صفحہ 734 تا 751 شاملِ کتاب کر دئے گئے تھے۔ ساڑھے سات صد صفحات کی کتاب کے آخر میں ''اشاریہ'' ازسرنو تیار کر کے لگایا گیا جو کم وبیش 1300 اسماء پر مشتمل ہے۔ 18 جنوری 1983ء کو حضرت چوہدری صاحب نے اپنے دستخط سے اور Very Gratefully کے الفاظ رقم فرما کر اس ایڈیشن کا ایک نسخہ ازراہِ عنایت محترم ماجد بھائی جان کو بھجوایا۔

محترم شیخ عبدالماجد صاحب نے 1990ء سے 1998ء تک احمدی جنتری کی ترتیب واشاعت کے فرائض کی احسن رنگ میں بجا آوری کی۔ اس جنتری میں صرف تاریخوں کا ہی اندراج نہیں ہوتا بلکہ یہ کتابچہ اسلام کی فضلیت، غلط فہمیوں کا ازالہ، اخلاقی، تربیتی مضامین پر مشتمل ہونے کے علاوہ معلوماتی نکات کا بھی ایک مرقع ہے۔ احمدی جنتری 1918ء میں قادیان سے جاری کی گئی اور تاحال یہ سلسلۂ اشاعت جاری ہے۔

محترم شیخ عبدالماجد صاحب کی پہلی علمی وتحقیقی اور معرکہ آرا تالیف ''اقبال اور احمدیت'' (طبع اول اپریل 1991، طبع ثانی اگست 1993۔ صفحات 576) دراصل فرزندِ اقبال جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب ''زندہ رُود'' کے ''اقبال اور احمدیت'' سے متعلقہ حصّوں پر تبصرہ کا حکم رکھتی ہے۔ یہ کتاب ''زندہ رُود'' کا قرارواقعی پوسٹ مارٹم بھی ہے اور تاریخ کو مسخ ہونے سے بچانے کی کوشش بھی قرار دی گئی ہے۔ اس کتاب پر پاک و ہند کے کئی اخبار و رسائل اور دانشوروں نے بہت فکر انگیز تبصرے کئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے پروگرام ملاقات 16 /جون 1994 میں اس کو ''ایک بہت اچھی کتاب'' قرار دیا۔

فکرِ اقبال اور تحریکِ احمدیہ (مطبوعہ ستمبر 1996 صفحات 496) اپنی اس گراں قدر اور مایہ ناز کتاب میں بھی محترم شیخ صاحب نے محنتِ شاقہ سے حوالہ جات ڈھونڈ کر پیش کئے ہیں اور ''اقبال اور احمدیت'' نامی اپنی کتاب پر اقبال اکیڈمی کے ریسرچ سکالر کے ہفتہ وار ''مہارت'' میں شائع کردہ بے بنیاد اعتراضات کا سنجیدہ اور پُر وقار انداز میں شافی وکافی جواب پیش کیا ہے۔ اس کتاب کو اقبال کا حقیقی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قلمی جہاد کی دوسری شاندار کڑی قرار دیا گیا۔ اس معلومات افروز کتاب سے پاکستان کی صحیح تاریخ کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور حق کے متلاشیوں کیلئے حقیقت تک پہنچنے کیلئے بھی تسلّی بخش مواد موجود ہے۔ اس تالیف کے منظر عام پر آنے کے بعد جہاں ملک کے دانشوروں نے خراجِ تحسین پیش کیا، وہاں مذہبی طبقہ اور اُن کے رسائل نے عموماً تحقیق کی اس بازی میں شرکت کرنے کے معاملہ میں پہلوتہی کا مظاہرہ کیا۔ البتہ ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک مئی 1997ء (نگران مولانا سمیع الحق) نے لکھا کہ ''شیخ (عبدالماجد) صاحب نے دنیا بھر کے ماہرینِ اقبالیات کو دعوت دی ہے۔ پھر خاص کر پاکستان کے تقریباً تمام ماہرینِ اقبالیات کے نام لکھے ہیں۔ ان میں آپ کے فرزند جناب ڈاکٹر جاوید اقبال کا نام نامی اور اسم گرامی بھی ہے۔ موصوف فرزندِ اقبال ہونے کے ناطے سے ہمارے لئے انتہائی قابلِ احترام ہیں لیکن افسوس اُن کے بعض افکار وخیالات...... سے ہمیں اتفاق نہیں......۔ رہی دوسرے ماہرینِ اقبالیات کی بات تو اُن کے متعلق جناب شورش کاشمیری مرحوم نے تحریر کیا ہے کہ: ''یہ ایک دردناک حقیقت ہے کہ قادیانی جب بھی اقبال کے افکار وسوانح پر حملہ آور ہوتے ہیں یا قادیانیت کے متعلق اقبال کے نظریات کا مسئلہ چھیڑا ہے، مُلک بھر کے مستند اقبالئے چپ رہے ہیں''۔

(بحوالہ ''موت سے واپسی'' صفحہ 66)

''تحریکِ آزادی کشمیر اور جماعت احمدیہ: چند تاریخی صداقتیں'' (مطبوعہ دسمبر 2000ء صفحات 192)

محترم شیخ صاحب نے اپنی اس قابلِ قدر تالیف میں ایک طرف اکابرین جماعت احمدیہ کی کہانی پیش کی ہے جنہوں نے تحریکِ آزادی کشمیر کی شریانوں میں دوڑنے والے خون کو اپنے ایثار واخلاص اور زبردست کاوشوں سے آب وتاب بخشا، قیامِ پاکستان کے نامساعد حالات میں ''حکومتِ آزاد کشمیر'' کی بنیاد رکھی، ''فرقان بٹالین'' قائم کر کے حکومتِ پاکستان کی جہادِ کشمیر کے سلسلہ میں عسکری مدد کی، اقوامِ متحدہ میں مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں پاکستان کی نمائندگی کا فریضہ سرانجام دیا، کشمیر کے متعلق سلامتی کونسل سے تاریخی قرارداد پاس کروائی۔ دوسری طرف اِن اوراق میں قارئین کو اُس گروہ کا قصہ ملے گا جس نے اپنے ذاتی اغراض ومقاصد کے لئے فرقہ واریت کو ہوا دے کر

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

آزادیٔ کشمیر کی اِس اولین مہم کو سبوتاژ کرنے کی سعی کی اور یوں تحریکِ آزادی کو جو ثمر آور ہونے کو تھی۔ برسوں پیچھے دھکیل دیا گیا۔

’’بہتر ہے ،اقبال اپنے قلم کو روک لیں، (مطبوعہ اپریل ۲۰۰۲)۔ یومِ اقبال ۹ نومبر ۲۰۰۰ء کو روزنامہ ’’جنگ‘‘۔ کراچی میں ایک مضمون زیرِ عنوان ’’شاعرِ مشرق اپنے آبائی شہر کے آئینے میں‘‘۔ شائع ہوا۔ قطع نظر بعض تاریخی خامیوں کے اِس مضمون کے ایک اقتباس میں بعض امور تشنہ اور بعض حقائق کے خلاف تھے۔ اس کتاب میں اس سلسلہ میں تاریخی صداقتیں پیش کی گئی ہیں۔ تا کہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔ آخر میں مصنف نے قلم کاروں کی خدمت میں درخواست کی ہے کہ وہ اقبال کو ویسا ہی پینٹ کریں جیسا کہ وہ ۱۹۰۲ء کے بعد کے برسوں میں تھے۔

محترم ابا جان مرحوم (وفات ۱۸ نومبر ۱۹۶۶) کے بعد محترم بھائی جان ہمارے خاندان کے سربراہ تھے۔ انہوں نے اپنے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کی پرورش ونگہداشت کے ساتھ ساتھ طویل عرصہ تک والدہ محترمہ اور چھوٹے بہن بھائیوں کی نگہداشت کا فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور سب کے معاملات میں خصوصی مخلصانہ رہنمائی وعملی مدد کرنا اور دِلی تعلق کے تحت دعاؤں سے نوازنا، ہمیشہ آپ کا طرہ امتیاز رہا۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام ، خلفائے احمدیت، خاندان حضرت مسیحِ موعودؑ اور مرکز سے خصوصی تعلق عشق کی حد تک رکھتے تھے۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اور اکابرین وعلمائے سلسلہ کا انتہائی احترام کرتے تھے اور اپنی کتب اور وسیع تصویری تبلیغی نمائش کے علاوہ جماعتی وملکی اخبار ورسائل میں شائع کردہ محترم ماجد بھائی جان کے صد ہا مضامین میں اُن کی ملکی، ملی جماعتی خدمات کا خوب چرچا ہوا ہے۔

محترم بھائی جان اپنی آخری بیماری سے قبل سیکرٹری اشاعت جماعتِ احمدیہ لاہور تھے۔ جب آپ کے بڑے صاحبزادے عزیز شیخ عبدالودود، چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ (حال کینیڈا) تین برس (۲۰۰۰۔۲۰۰۳) ملازمت کے سلسلے میں لاہور سے شفٹ ہو کر کراچی آگئے تو آپ بھی ساتھ آئے اور آپ نے اپنی آخری دو کتب قیامِ کراچی کے دوران ہی شائع کیں۔ جبکہ بھائیوں، بہنوں اور خاکسار نے کسی نہ کسی رنگ میں خدمت ومعاونت کی سعادت حاصل کی۔ طویل بیماری کو جہاں محترم بھائی جان نے بہت صبر واستقامت سے برداشت کیا وہاں سب بزرگان وعزیزان نے دُعاؤں سے بھرپور مدد کی۔ اس دوران آپ کے صاحبزادوں، بہو، صاحبزادیوں اور دامادوں اور اُن کی اولادوں نے خدمت گزاری کی لائقِ تقلید مثالیں قائم کیں جبکہ محترمہ بھابھی جان کی خدمات اور قربانیوں کا احاطہ الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۸۹ء میں محترم بھائی جان نے واپڈا میں سینئر آفیسر کی پوسٹ سے ۵۶ برس کی عمر میں قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے کر جماعتی وعلمی خدمات اور اپنی محققانہ کاوشوں میں اور بھی تیزی پیدا کر لی تھی۔ آپ نے ہزارہا خطوط لکھ کر اور دورہ جات اور اہم ملاقاتیں کر کے، کئی جماعتی اور ملکی لائبریریوں میں جا کر شبانہ روز سرگرمِ عمل رہ کر اپنے اِس عالمانہ کام کو آگے بڑھایا۔ آپ ایک انتہائی ہمدرد، دعا گو، باہمت، حوصلہ مند، باغیرت، پُرحکمت، پُرجوش وجذبہ، ذہین ومتین، پُروجاہت وپُروقار مجلسی انسان تھے۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اپنے اندر ایک دنیائے لطافت رکھتے تھے۔ ہمیشہ متبسم انداز میں اپنے دوست واحباب اور عزیز واقارب سے ملتے تھے۔ ہر ایک کے میلان ورجحان کے مطابق بات کرتے تھے۔ کئی عزیز واقرباء کو انہوں نے اُن کی شادی وغیرہ کے موقعوں پر مبارکباد اور دعاؤں پر مبنی اپنے اشعار سے نوازا جو پہلے فریم کروا دیتے تھے۔ اور اکثر محفل میں خود پڑھ کر سناتے تھے۔ بعد ازاں کسی خوش الحان کرم فرما کی مترنم آواز میں ریکارڈ کروا کر کیسٹ بھی دینے لگے۔ ان تمام دعائیہ اشعار کا اختتام عموماً حضرت مسیحِ موعودؑ کے پاکیزہ کلام پر کرتے تھے۔

حضرت مسیحِ موعودؑ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ اپنے دلوں میں خدمتِ دین کی نیت باندھ لیں۔ جس طرز اور جس رنگ میں جس سے بن پڑے، کرے‘‘۔

(ملفوظات جلد اول۔صفحہ ۲۱۵)

ہمارے برادر اکبر محترم شیخ عبدالماجد صاحب، نے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے اس فرمان اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد ’’ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں‘‘ کی خوبصورت عملی مثال تھے۔ جنہوں نے ساری زندگی اپنے آپ کو صدق وصبر، خلوص، وفاداری، ذوق وشوق، اور سچی غم خواری کے ساتھ خدمتِ دین اور علمی وتحقیقی جدوجہدِ مسلسل میں سرگرمِ عمل رکھا۔ اور یوں قوم وملت کا درد رکھنے والوں کی دلی دعاؤں کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت اور مغفرت کی چادر میں ڈھانپ کر جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ سب لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے اور ان کا حامی وحافظ وناصر ہو اور اس جماعتی مشن کو آگے بڑھانے والے کئی وجود عطا فرمائے۔ (آمین)

❁❁❁❁❁

مجلس خدام الاحمدیہ بینن کے سالانہ اجتماع کا بابرکت انعقاد

حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورہ بینن کے دوران خدام الاحمدیہ کی نیشنل مجلس عاملہ سے میٹنگ میں صدر صاحب خدام الاحمدیہ کی میعاد مکمل ہو جانے کی وجہ سے انتخاب کروانے کا ارشاد فرمایا جس کی تعمیل میں مجلس عاملہ نے محترم خالد محمود شاہد صاحب سے مشورہ کر کے 25 دسمبر 2004ء کو دو روزہ اجتماع اور الیکشن برائے صدر کروانے کا فیصلہ کیا اور محترم شہود راجی صاحب کو ناظم اعلیٰ مقرر کر کے اگست سے اجتماع کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ ناظم اعلیٰ نے انتظامیہ تشکیل دے کر گاہے بگاہے چھ سات اجلاس کئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام ناظمین نے بڑی محنت سے کام کیا۔

اجتماع کے موقع پر نمائش کا انتظام کیا گیا۔ نمائش پر تین طرح کے سٹال تھے۔ ایک جماعتی لٹریچر کا جس پر جماعتی کتب، رسائل، پمفلٹس اور مختلف چارٹس رکھے گئے تھے۔ دوسرا کمپیوٹر کا جس میں خانہ کعبہ، مسجد نبوی، مکہ، مدینہ، قادیان اور ربوہ کے مختلف مناظر ، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ، خلفاء کرام ،صحابہ حضرت مسیح موعودؑ ،شہداء احمدیت ، بینن میں جماعتی مساعی، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے دورہ بینن نیز اجتماع کے ہر سیشن کی متحرک تصاویر اجتماع کے دونوں دن دکھائی جاتی رہیں۔ جبکہ تیسرا اسٹال طب کا تھا جس پر مختلف ادویات رکھی گئی تھیں۔

25 دسمبر 2004ء کو حسب پروگرام جب اجتماع شروع ہونا تھا تو اس سے ایک دن قبل بھی ایک اچھا منظر دیکھنے کو مل رہا تھا کہ مرکزی مشن ہاؤس پورٹونووو کے قریب جو اجتماع گاہ تھی اس کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ویگنیں آتیں اور پتہ لگتا کہ اب فلاں جماعت کے خدام آئے ہیں اور اب فلاں کے۔ ہر خادم لمبی اور تھکا دینے والی مسافت کے باوجود بھی اپنے اجتماع میں شمولیت کے لئے خوش وخرم نظر آتا تھا۔ اسی جوش جذبہ کے ساتھ بینن کی 54 جماعتوں سے 338 خدام واطفال اجتماع میں شامل ہوئے تھے۔

بینن کی اکثریت مذہباً عیسائی ہے اور دسمبر کا آخری عشرہ ان کے جلسے جلسوں کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، اس دوران یہ لوگ سڑک پر چلنے والی تمام گاڑیوں کو حاصل کر لیتے ہیں یا پھر جلسے والے دن گھیر کر وہاں لے جاتے ہیں۔ اس طرح ان ایّام میں ٹرانسپورٹ کا میسّر آنا بھی ایک محال امر ہوتا ہے کیونکہ یا تو گاڑی ہی نہیں ملتی اور اگر مل بھی جائے تو کرایہ خوب بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

بینن کے گیارہ ڈیپارٹمنٹس (صوبے) ہیں اور بفضلہ تعالیٰ سبھی میں جماعت احمدیہ موجود ہے اجتماع کے موقع پر 9 ڈیپارٹمنٹس کی شمولیت ہو گئی تھی۔ جبکہ باقی دو سے ٹرانسپورٹ کے بروقت میسّر نہ آنے کی وجہ سے خدام پہنچ نہ سکے۔

25 دسمبر کو حسب پروگرام محترم امیر صاحب نے صدر مجلس خدام الاحمدیہ، مبلغین سلسلہ، عہدیداران مجلس خدام الاحمدیہ اور انتظامیہ اجتماع کی ہمراہی میں جب لوائے احمدیت اور لوائے بینن لہرایا تو خدام کے اظہار تشکر اور نعرہ ہائے تکبیر سے ماحول گونج اٹھا۔ بعد ازاں مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی اور پنڈال میں افتتاحی تقریب کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاں تلاوت قرآن کریم کے بعد خدام کا عہد دہرایا گیا۔ پھر قصیدہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ پڑھا گیا۔ بعدہٗ ناظم صاحب اعلیٰ اجتماع نے حاضرین کو پروگرام سے آگاہ کیا۔ صدر صاحب خدام الاحمدیہ نے سامعین کو خوش آمدید کہتے ہوئے اجتماع کے ایّام میں زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کرتے رہنے کی تلقین کی۔ جس کے بعد محترم امیر صاحب نے افتتاحی خطاب کیا جس میں انہوں نے کہا کہ آپ یہاں ایک خاص دینی مقصد کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اس لئے ان دو دنوں میں بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ نمازوں کی پابندی کریں، منتظمین سے تعاون کریں، کہیں انتظامات میں کمی دیکھیں تو ناراض ہونے کی بجائے متعلقہ منتظم کو آگاہ کریں تا کہ آئندہ اس کمی کو پورا کیا جا سکے۔

افتتاحی خطاب اور دعا کے بعد اطفال وخدام کے علمی مقابلہ جات شروع ہوئے جو تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہے۔ علمی مقابلہ جات، دوپہر کا کھانا اور نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد دو لوکل زبانوں (گوں اور ڈنڈی) میں درج ذیل عناوین پر تقاریر ہوئیں۔

1۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کا مقصد اور تاریخ۔ مکرم رائمی زکریا صاحب معلم۔ 2۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا مقصد مکرم عبدالحمید صاحب معلم۔

شام 4 بجے کے بعد تمام خدام واطفال کھیل کے میدان میں چلے گئے جہاں پر رسہ کشی، دوڑ اور فٹبال کے بڑے ہی دلچسپ اور منظّم مقابلہ جات ہوئے۔ بعد از نماز مغرب وعشاء مکرم مجیب احمد صاحب مبلغ سلسلہ نے اجتماع کی اہمیت کے عنوان پر تقریر کی جس کے بعد رات کا کھانا ہوا بعدہٗ محترم آصف محمود ڈار صاحب انچارج شعبہ ایم ٹی اے نے تمام حاضرین کو پروجیکٹر کے ذریعہ مذکورہ بالا پروگرام دکھایا۔ نیز مکرم امیر صاحب کے ساتھ تمام قائدین مجالس کی ایک تفصیلی میٹنگ ہوئی اس میں آپ نے قائدین کو دعا کرنے کو اپنا معمول بنانے، اپنے عہدوں کا پاس رکھنے اور رپورٹس بروقت پہنچانے کی تلقین کی۔

اجتماع کے دوسرے دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا جس میں 275 خدام واطفال نے شرکت کی۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن اور درس حدیث ہوا۔ ناشتہ اور تیاری پنڈال کے بعد حسب پروگرام صدر خدام الاحمدیہ کا الیکشن ہوا اور پھر اختتامی تقریب کی ابتداء تلاوت قرآن کریم اور نظم سے ہوئی پھر صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ نے اپنی سالانہ رپورٹ پیش کی جس کے بعد محترم امیر صاحب نے علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے خدام واطفال میں انعامات تقسیم کئے اور خطاب سے نوازا۔ خطاب میں محترم امیر صاحب نے ہر خادم کو اسلامی قوانین وروایات کا احترام کرنے، تربیت اطفال پر توجہ دینے اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو تعلیم کے نور سے منور کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ امیر صاحب نے یہ بھی کہا کہ حضور انور نے اپنے دورہ بینن کے دوران فرمایا تھا کہ کوئی بچہ اپنی مالی مجبوریوں کی وجہ سے تعلیم نہیں چھوڑے گا اس لئے اگر کوئی بچہ اپنی مالی مجبوریوں کی وجہ سے تعلیم چھوڑ رہا ہے تو اس کی فوراً اطلاع دی جائے تا کہ اس کے متعلق مناسب انتظام کیا جا سکے۔

امیر صاحب کی اختتامی تقریر کے بعد ناظم صاحب اعلیٰ نے اجتماع میں شامل ہونے والوں، انتظامیہ، مبلغین سلسلہ، ڈاکٹر حضرات، مصنفین کرام، مہمانان کرام نیز لجنہ ٹیم کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے دعا کی درخواست کی۔ بعد ازاں صدر مجلس مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی اور اجتماع بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

❁❁❁❁❁❁

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

ایسٹ افریقہ

یہ مہر درخشاں کی روشن جبیں ہے
اسے نہ کہو''ظلمتوں کی زمیں'' ہے

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان دنوں مشرقی افریقہ کے دورہ پر ہیں۔اس نظم میں کینیا،تنزانیہ اور یوگنڈا کے ممالک کے جغرافیائی حسن کے علاوہ ان ممالک میں خدمت اسلام واحمدیت کرنے والے احمدی مجاہدین میں سے بعض کا ذکر کیا گیا ہے،اگرچہ ایسے خدام احمدیت کی فہرست طویل ہے اور سبھی قابل احترام ہیں اور ان کی خدمات جلیل القدر۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کا حالیہ دورہ ہر لحاظ سے اس خطۂ ارض کے لئے بے شمار برکات کا موجب ہو۔)

یہ رشکِ فلک ہے جمال آفریں ہے
یہ مہرِ درخشاں کی روشن جبیں ہے
اسے نہ کہو ''ظلمتوں کی زمیں ''ہے
اگر مجھ سے پوچھو تو خُلدِ بریں ہے
جو ظلمت کے دن تھے بدلنے لگے ہیں
اندھیروں سے سورج اُبھرنے لگے ہیں

یوگنڈا تری وادیوں کے فسانے
وہ بیتے ہوئے روز و شب ، وہ زمانے
ہمیں کیا ، سبھی لوگ تیرے دیوانے
ترا ذکر کرتے بہانے بہانے
یہ جنجہ ، کمپالا ، مساکا ، برارا
خطِ دستِ فطرت نے جن کو سنوارا

پہاڑوں کے دامن میں جھیلوں کا پانی
کہیں آبِ نیل رواں کی روانی
وہ گاتی ہوئی آبشاریں سہانی
یہ حُسنِ اَزَل کی ہے سب مہربانی
وہ سرو و سمن ، وہ چناروں کے میلے
فلک بوس سب کوہساروں کے ٹیلے

وہ ''بالے'' کی گلیاں ،فلک ، چاند ، تارے
وہ سِپّی کی فالوں کے دلکش نظارے
کبھی لیک وکٹوریہ کے کنارے
وہ چھوٹے بڑے دوست احباب سارے
اگرچہ سبھی یاد آتے ہیں اکثر
نہیں بھولتا مجھ کو اقبال اکبر

ادھر آئیں دیکھیں نیروبی کی شانیں
یہ لندن یہاں کا ہے ، مانیں نہ مانیں
کشادہ ہیں سڑکیں تو بڑھیا دوکانیں
مکانوں سے بڑھ کر مکینوں کی آنیں
ممباسہ کی بِچوں پہ حُسنِ غزل ہے
کِسُومُوں کی جھیلوں میں کِھلتا کنول ہے

یہ تنزانیہ سبزہ زاروں کا مسکن
نگاہوں میں ٹھہری بہاروں کا مسکن
رہِ عشق میں جانثاروں کا مسکن
یہ امری عبیدؔی سے تاروں کا مسکن
ہے دارالسلام اس کے ماتھے کا جُھومر
جسے دیکھنے کو ترستے ہیں اکثر

سرانگیٹی ، مارامسائی کی باتیں
یہاں آپ ٹھہریں جو دو ایک راتیں
تو دیکھیں بہت شیر چیتوں کی ذاتیں
زرافے ، ہرن ، ہاتھیوں کی باراتیں
بَبُونوں کو بچے کھلاتے ہیں کیلے
تو خوش ہو کے کرتے ہیں سب موج میلے

کبھی اس زمیں کا مقدّر اندھیرے
تجارت غلاموں کی کرتے وڈیرے
یہاں ''باگا مویو''میں تھے ان کے ڈیرے
لُٹا حُسن جب تو گئے سب لٹیرے
مگر اب اُجالوں کے دن آ گئے ہیں
مسیح کے غلاموں کے دن آ گئے ہیں

ٹبورہ ، نیروبی ، کمپالا صدا دیں
یہاں نقش ہیں شیخ صاحب کی یادیں
جلالؔ و جمیلؔ و منوّرؔ کی باتیں
کہیں شیخ شرماؔ کے دل کی مرادیں
اِدھر تھے عنایتؔ و فضلِ الٰہی
تو جنجہ میں منصورؔ و اسحاقؔ صوفی

نیروبی میں اخترؔ ، کمپالا میں اظہرؔ
یہیں پر تھے راجاؔ و بی۔ٹیؔ سے دلبر
ٹبورہ میں رازیؔ و باسطؔ سے پیکر
تو بالے میں سلطانؔ و انعام ناصرؔ
زمیں پر تھے سجدے ، فلک پر نظر تھی
خُدا پر یقیں تھا ، وفا معتبر تھی

یہ لعل و گہر ، احمدیت کے خادم
اُٹھا کر جو نکلے یہ ایماں کا پرچم
ہوا لاآلؔ اختر ذلیل اور نادم
مقابل پہ آیا نہ بلّی گراھم
نگاہِ طلب میں عجب بے بسی تھی
رُخِ عجز پر آنسوؤں کی لڑی تھی

جو اب آ کے دیکھیں ، کمال آ گیا ہے
رُخِ احمدی پر جمال آ گیا ہے
محبت میں رنگِ بلالؓ آ گیا ہے
عدُو کی اَنا کو زوال آ گیا ہے
اٹھایا گیا فرق سب مَن و تُو کا
حوالہ بدلنے لگا رنگ و بُو کا

نگاہوں میں رنگ آتے جاتے رہیں گے
مئے عشق پیتے پلاتے رہیں گے
محبت کے نغمات گاتے رہیں گے
سرِ دار ہم مسکراتے رہیں گے
نگاہوں سے چلمن اُٹھا کر تو دیکھو
کبھی موروگورو میں آ کر تو دیکھو

(ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر -- موروگورو، تنزانیہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

”الفضل ڈائجسٹ“ کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سادگی و بے تکلّفی

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی نہایت سادہ اور ہر قسم کے تکلّف سے پاک تھی۔ یادالٰہی اور خدمت دین میں آپ کو اس قدر استغراق رہتا تھا کہ لباس یا خوراک یا رہائش میں سہولتوں اور آرائش کی طرف بالکل توجہ نہیں ہوتی تھی۔ روزنامہ ”الفضل“ ربوہ 13 ستمبر 2004ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی سادگی اور بے تکلّفی کے ضمن میں ایک مضمون مکرم بشیر احمد رفیق صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

حضور علیہ السلام کا لباس سادہ مگر صاف ستھرا ہوتا۔ سردیوں میں دو دو جوڑے پہن لیا کرتے تھے۔ کسی خاص لباس یا کپڑے کا شوق نہ تھا۔ تاہم انگریزی لباس پسند نہ تھا کیونکہ اس کے استعمال میں تکلف کا پہلو نکلتا تھا۔ جوتی ہمیشہ دیسی استعمال فرماتے۔ تنگ جوتی پسند نہیں تھی۔ جس مکان میں آپ نے زندگی گزاری، نہایت سادہ اور بے تکلّفی کا ماحول لئے ہوئے تھا۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ فرماتے ہیں: حضرت مکان اور لباس کی آرائش اور زینت سے بالکل غافل اور بے پرواہ ہیں۔ اپنے کام میں اس قدر استغراق ہے کہ ان مادی باتوں کی طرف بالکل پروا نہیں۔ جب مہمانوں کی ضرورت کے لئے مکان بنوانے کی ضرورت پیش آئی ہے، بار بار یہی تاکید فرمائی ہے کہ اینٹوں اور پتھروں پر پیسہ خرچ کرنا عبث ہے، اتنا ہی کام کرو جو چند روز بسر کرنے کی گنجائش ہو جائے۔ نجّار تیر بندیاں اور تختے رندہ سے صاف کر رہا تھا روک دیا کہ یہ محض تکلف اور ناحق کی دیر لگانا ہے۔ فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے کوئی اُنس نہیں۔ ہم اپنے مکانوں کو اپنے پیارے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں اور بڑی آرزو ہے کہ مل کر چند روز گزار لیں۔ اور فرمایا کہ میری بڑی آرزو ہے کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میں میرا گھر ہو۔ اور ہر ایک گھر میں میری ایک کھڑکی ہو کہ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ و رابطہ رہے۔

چنانچہ جب مکان مہمانوں سے بھرا ہوا ہو اور حضرت کو تھوڑی سی جگہ رہنے کو میسر آئے تو آپ اس میں یوں رہتے ہیں جیسے سرائے میں کوئی گزارہ کرتا ہے اور کبھی نہیں سوچتا کہ یہ میری کوٹھڑی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی غذا میں کسی قسم کا کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا۔ خوراک بہت کم کھاتے۔ نوجوانی میں آپ نے متواتر چھ ماہ کے روزے رکھے۔ ان دنوں میں آپؑ نے چند مساکین اور غرباء کو پوشیدہ طور پر حکم دے رکھا تھا کہ دونوں وقت کا کھانا آپؑ سے لے جایا کریں۔ گھر سے جو کھانا آپؑ کے لئے آتا تھا، اس میں سے چند نوالے لے کر بقیہ کھانا مساکین کو دیدیا کرتے تھے۔ جس قدر کھانے پر آپ کا گزارہ تھا، اس قدر کھانے سے کسی اور شخص کا زندہ رہنا بھی محال ہوتا۔

آپ کا طریق تھا کہ روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھوں سے ریزہ ریزہ کر کے کھاتے۔ کھانا بہت آہستگی سے تناول فرماتے۔ سالن بہت ہی کم کھاتے تھے۔ کبھی کسی خاص کھانے کی فرمائش نہیں کی۔ کبھی کھانے پر اظہار ناراضگی نہیں فرمایا۔ آپؑ کے کھانے کا وقت کوئی خاص مقرر نہیں تھا۔

حضورؑ نہ صرف خود ظاہری شان و شوکت اور تکلفات کو ناپسند فرماتے تھے بلکہ چاہتے تھے کہ آپؑ کے مریدوں میں بھی بیجا تکلف اور نام و نمود کی خواہش نہ ہو۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ آپ کے بے تکلف دوست تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ منشی اروڑا صاحبؓ اور میں نے حضورؑ کی خدمت میں عرض کی کہ کبھی کپور تھلہ بھی تشریف لائیں۔ ان دنوں ابھی کپور تھلہ میں ریل نہیں آئی تھی۔ حضور نے وعدہ فرما لیا اور ایک دن بغیر اطلاع دیئے تشریف لے آئے اور یکّہ سے اتر کر مسجد فتح والی میں تشریف لے گئے۔ مسجد سے حضورؑ نے مُلّا کو ہمیں اطلاع دینے بھیجا۔ مُلّا نے اطلاع دی کہ مرزا صاحب مسجد میں تشریف فرما ہیں تو منشی اروڑا صاحبؓ نے تعجب انگیز ناراضگی کے لہجہ میں پنجابی میں کہا: ”دیکھو تاں تیری مسیت وِچ آ کے میرزا صاحب نے ٹھہرنا سی“۔ میں نے کہا چل کر دیکھنا تو چاہئے۔ جب مسجد میں جاکر دیکھا تو حضورؑ فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور حافظ حامد علی صاحب پاؤں دبا رہے تھے اور پاس ایک پیالہ اور چمچہ رکھا تھا جس سے معلوم ہوا کہ شاید آپ نے دودھ ڈبل روٹی کھائی تھی۔ منشی صاحبؓ نے عرض کی کہ حضور ہمیں اطلاع فرماتے تو ہم کرتارپورا سٹیشن پر حاضر ہوتے۔ حضور نے فرمایا: ”اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی، ہم نے اپنا وعدہ پورا کرنا تھا، سو کر لیا“۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ مزید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ لدھیانہ میں حضورؑ سیر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ پیر میں پیوند لگا جوتا تھا اور بدزیب معلوم ہوتا تھا۔ میں ایک دکان سے بہت سبک جوتا خرید کر لایا اور واپس مکان پر آکر پیش کیا۔ آپ نے جزاکم اللہ فرما کر جوتا رکھ لیا اور پہن کر بھی دیکھا تو بہت ٹھیک تھا۔ لیکن اگلے دن سیر پر حضورؑ وہی پرانا جوتا پہنے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا تو فرمایا: ”مجھے اس میں آرام معلوم ہوتا ہے اور اس سے پیر کو موافقت ہو گئی ہے“۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنا کام خود کرتے تھے اور ایسا کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ حضرت منشی صاحبؓ ہی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور دہلی سے واپسی پر امرتسر اترے۔ حضرت اماں جانؓ بھی ساتھ تھیں۔ حضورؑ نے ایک صاحبزادہ کو گود میں اور ایک وزنی بیگ دوسری بغل میں لیا۔ میں نے دو تین بار عرض کیا حضور یہ بیگ مجھے دیدیں۔ فرمایا: نہیں۔ ہم چل پڑے۔ اتنے میں دو تین نوجوان انگریزوں نے، جو اسٹیشن پر تھے، حضورؑ کا فوٹو لینے کی خواہش ظاہر کی تو آپؑ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اسی حالت میں حضورؑ کا فوٹو لیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی نشست و برخاست کس قدر سادہ اور دلکش تھی۔ اس پر روشنی پڑالتے ہوئے حضرت منشی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں: کرنل الطاف علی خانصاحب نے مجھ سے کہا کہ میں حضرت صاحب سے تخلیہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: تم اندر چلے جاؤ، باہر سے ہم کسی کو اندر نہیں جانے دیں گے، پوچھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ چنانچہ کرنل صاحب اندر چلے گئے۔ اور آدھ گھنٹہ کے بعد جب باہر آئے تو چشم پُرآب تھے۔ میرے پوچھنے پر بتایا کہ جب میں اندر گیا تو حضرت صاحب اپنے خیال میں بوریئے پر بیٹھے تھے۔ لیکن بوریئے پر حضور کا صرف گھٹنا ہی تھا، باقی زمین پر بیٹھے تھے۔ میں نے کہا: حضور زمین پر بیٹھے ہیں۔ تو حضور نے سمجھا کہ غالباً میں (یعنی کرنل صاحب) بوریئے پر بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے حضور نے اپنا صافہ بوریئے پر بچھا دیا اور فرمایا آپ یہاں بیٹھیں۔ یہ حالت دیکھ کر میرے آنسو نکل پڑے اور میں نے عرض کی کہ اگرچہ میں ولایت میں بپتسمہ لے چکا ہوں مگر اتنا بھی بے ایمان نہیں ہوں کہ حضور کہ صافہ پر بیٹھ جاؤں۔ حضور فرمانے لگے کچھ مضائقہ نہیں آپ بلا تکلف بیٹھ جائیں۔ میں صافہ ہٹا کر بوریئے پر بیٹھ گیا اور اپنا حال سنانا شروع کیا کہ میں شراب پیتا ہوں اور دیگر گناہ بھی کرتا ہوں لیکن میں آپ کے سامنے اس وقت عیسائیت سے توبہ کر کے احمدی ہوتا ہوں مگر جو عیوب مجھے لگ گئے ہیں، ان کو چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا: ”استغفار پڑھا کرو اور پنجگانہ نماز پڑھنے کی عادت ڈالو“۔ جب تک میں حضور کے پاس بیٹھا رہا، میں روتا رہا اور اسی حالت میں اجازت لے کر آ گیا۔

مکرم محمد لوئیس مآلا صاحب

سابق امیر جماعت احمدیہ انڈونیشیا مکرم محمد لوئیس مآلا صاحب 23/ اگست 2004ء کو جکارتہ (انڈونیشیا) میں وفات پا گئے۔ ستمبر 1996ء سے جون 2001ء تک آپکو انڈونیشیا کے امیر کی حیثیت سے خدمت بجالانے کی توفیق ملی اور یہ سعادت بھی کہ آپ کے عہد امارت میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے انڈونیشیا کا دورہ فرمایا۔

آپ 22/ اکتوبر 1932ء کو ناگاری تالانگ، (مغربی سماٹرا) میں مکرم مالاداتک مودو صاحب کے ہاں پیدا ہوئے جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان میں سب سے پہلے (1938ء میں) احمدیت قبول کی تھی اور ان کے ساتھ دیگر سردارانِ قبیلہ اور ان کی مسجد کے امام نے بھی بیعت کر لی تھی۔ محترم لوئیس صاحب بچپن میں اپنی مسجد کے مدرسہ میں پڑھتے رہے اور قرآن کریم اور دین کی تعلیم حاصل کی۔ پھر پاڈانگ ہائی سکول سے ابتدائی تعلیم مکمل کی۔ دوران تعلیم ہی مجلس خدام الاحمدیہ پاڈانگ کے ناظم مال کے طور پر کام کیا۔

1953ء میں گریجوایشن کر کے نیول اکیڈمی Surabaya میں شمولیت اختیار کر لی اور 1956ء میں اکیڈمی کی تعلیم مکمل کر کے سروس کے دوران آچے، ماکاسار، مغربی جاوا، پاڈانگ، ماناڈو اور مغربی ایریان میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مرحوم کی شادی 1963ء میں محترمہ نورمانی منان صاحبہ بنت مکرم عبدالمنان صاحب کے ساتھ ہوئی۔ آپکی ساس محترمہ نوریہ صاحبہ پاڈانگ کی پہلی احمدی خاتون تھیں جنہوں نے 1926ء میں بیعت کی تھی۔

مرحوم 1963ء میں ماسکو میں انڈونیشیا کی ایمبیسی میں فوجی اتاشی مقرر ہوئے۔ روس سے واپس آنے کے بعد نیول سٹاف کمانڈ کالج میں بطور نیشنل سیکورٹی آفیسر مقرر ہوئے، پھر OPSTIB انسپکٹر جکارتہ مقرر ہوئے اور نیوی کرنل کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اپنی سروس میں کسی ایک جگہ زیادہ قیام نہ ہونے کی وجہ سے جماعتی خدمات میں کمی رہی تاہم جکارتہ قیام کے دوران سیکرٹری امور خارجہ رہے۔ 1983ء میں نیشنل سیکرٹری تربیت اور صدر جماعت کے بایوران خدمت کی توفیق پائی۔ 1987ء میں نائب صدر مجلس انصاراللہ مقرر ہوئے۔ 1990ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زندگی وقف کر دی۔ 1990ء تا 1996ء نائب امیر دوم رہے۔ ستمبر 1996ء میں نیشنل امیر مقرر ہوئے۔ ان کی امارت کے عرصہ میں نومبائعین کی تعداد 41000 سے تجاوز کر گئی۔

2001ء میں مکرم لوئیس مآلا صاحب مرحوم کا دورہ امارت اختتام کو پہنچا۔ تاہم مرکزی مجلس عاملہ میں بطور سیکرٹری امور خارجہ خدمات انجام دیتے رہے۔ مرحوم کو 1977ء سے گردوں کی تکلیف اور جوڑوں کی تکلیف جیسے عارضے لاحق تھے۔ 1982ء اور پھر ایک مرتبہ 1994ء میں شدید بیمار رہے اور ہسپتال میں بھی داخل رہے۔ تاہم بیماری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ملکی اور جماعتی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ ستمبر 2002ء میں وفات پا گئیں۔ مرحوم نے 4 بچے یادگار چھوڑے ہیں۔ جن میں مکرم خیر الباہری صاحب (مقیم امریکہ)، محترمہ خیر النساء صاحبہ (جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ انڈونیشیا) مکرم عبدالمکسیت صاحب (صدر خدام الاحمدیہ انڈونیشیا) اور مکرم عبد المصور صاحب (نائب صدر خدام الاحمدیہ انڈونیشیا) شامل ہیں۔ مرحوم کی ساری اولاد نظام وصیت سے منسلک ہے اور خدا کے فضل سے تمام پوتے پوتیاں وقفِ نو کی مبارک تحریک میں شامل ہیں۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 Friday , April 29, 2005 Issue No. 17

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

دیوبندی، بریلوی ''علماء'' کی جنگ زرگری

27/اگست 1979ء کو جھنگ شہر کے قریب بنگلہ نول والہ میں دیو بندی عالم حق نواز صاحب اور بریلوی عالم محمد اشرف کے مابین ایک ہنگامہ پرور مباحثہ ہوا۔جس میں اس مسئلہ پر دھواں دھار تقریریں ہوئیں کہ گستاخ رسول عربی کون ہے۔منصفین نے تحریری فیصلہ دیا کہ وہ بریلوی مناظر کونسبتاً وزنی استدلال کی بناء پر کامیاب قرار دیتے ہیں۔مکتبہ فریدیہ ساہیوال نے اپنی فتح کوشہرت دینے کے لئے اس دلچسپ مناظرہ کی روداد ''مناظرہ جھنگ'' کے نام سے جلد شائع کردی جس کا دوسرا ایڈیشن ہمارے سامنے ہے۔

امام ابن جوزی بغدادی (1201ء-1118ء) ''کتاب الاذکیا'' نے یہ روایت لکھی ہے کہ علی بن محسن سے مروی ہے کہ ان کے والد کہتے ہیں کہ ہمیں بغداد کے بہت سے اکابر سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک پل کے دوسری طرف دو اندھے سائل پھرا کرتے ہیں ان میں سے ایک تو شیر خدا امیر المومنین علی کے نام کا واسطہ دیکر مانگا کرتا ہے اور دوسرا حضرت معاویہ کے نام کا واسطہ دیکر مانگا کرتا ہے اور بہت سے لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں وہ اپنی بھیک کے ٹکڑوں کو جمع کرتے رہتے ہیں جب لوٹتے ہیں تو ان ٹکڑوں کو برابر بانٹ لیا کرتے ہیں اور اسی حیلہ سے لوگوں سے وصول کرتے رہتے ہیں۔

(ترجمہ ۔صفحہ 148۔ناشر دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی نمبر1اشاعت اوّل مارچ 1974ء)

اردولغت میں اس نوعیت کی مصنوعی لڑائی کے لئے ''جنگ زرگری'' کا محاورہ مستعمل ہے اور مناظرہ جھنگ اس کی بہترین مثال ہے۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ مناظرہ کے دونوں فریق ہی منبر رسول پر حیات مسیح کے اُسی عقیدہ کے منادی ہیں جسے دنیا بھر کے پادری گرجا گھروں میں پیش کر کے یسوع مسیح کی خدائی اور آنحضرت ﷺ پر فضیلت کا پراپیگنڈہ کرتے آرہے ہیں اور لاکھوں کلمہ گو مسلمانوں کو بپتسمہ دے کر مرتد کر چکے ہیں۔

خدا تعالیٰ، محمد مصطفیٰ ؐ اور مسیح علیہ السلام کے گستاخ

اس باطل عقیدہ کے علمبردار لوگ خدا تعالیٰ، محمد مصطفیٰ ؐ اور مسیح ناصری علیہ السلام تینوں کے گستاخ ہیں کیونکہ:

اوّل: وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں کوئی مسیح ابن مریم جیسا نبی پیدا نہیں کرسکتا۔؎

خدا ہر چیز پر قادر ہے لیکن
بنا سکتا نہیں عیسیٰ مسیح کا ثانی

دوم: اُن کے نزدیک نبیوں کے شہنشاہ خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آسودہ خاک ہیں اور مسیح ابن مریم آسمان پر دو ہزار سال سے زندہ ہیں اور خدا کی طرح مسیح پر بھی زمانے کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا اور وہ بھی اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ کی خدائی شان کے حامل ہیں۔؎

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

سوم: حیات مسیح کے نظریہ کی آڑ میں بریلوی اور دیو بندی طائفہ کس طرح خدا کے اولوالعزم نبی کی گستاخی کا ارتکاب کر رہا ہے اُس کا دستاویزی ثبوت ''مناظرہ جھنگ'' سے فراہم ہوتا ہے۔

ہمارے اس دعویٰ کی فیصلہ کن دلیل یہ ہے کہ اس کتاب کے صفحہ 131 تا 133 میں لکھا ہے:۔کہ دوران مناظرہ دیو بندی ''علاّمہ'' (حق نواز) نے بریلویت کی معتبر کتاب ''انوارشریعت'' (مؤلفہ مفتی نظام الدین ملتانی) کے صفحہ 13 سے یہ سوال پڑھ کر سنایا کہ مسیح علیہ السلام لوگوں کی ہدایت کے لئے دوبارہ اتریں گے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دوبارہ نہیں آئیں گے۔**پس افضل کون؟**

پادریوں کے اس سوال کے جواب میں مفتی بریلویت نے لکھا ہے۔

''جواب: دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکامیاب رہا ہو۔''

یہ حوالہ پیش کر کے دیوبندی مناظر نے اپنی شان خطابت کے جوہر دکھاتے ہوئے پُرجوش لب ولہجہ میں بریلوی عالم سے سوال کیا۔ ''کیا اب دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام الانبیاء کے امتی بن کے آئیں گے یا اپنے کام رسالت کو سرانجام دینے کے لئے آئیں گے۔**اگر وہ امام الانبیاء کے امتی بن کر آئیں گے تو پہلا کام ادھورا رہ گیا۔اب تو امام الانبیاء کے دین کا کام کرنا ہے اپنی رسالت ادھوری کی ادھوری رہ گئی اور اگر اس کو پورا کریں گے تو ختم نبوّت کا انکار لازم آیا۔اس لحاظ سے بھی یہ بات خطرناک ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے خلاف بھی۔**''

اس سوال کا لفظ لفظ حق برزبان جاری کا مصداق ہے کیونکہ اس پر ادنیٰ تدبّر کرنے والا معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا ہر مسلمان بے ساختہ پکار اٹھے گا کہ یہ سوال صرف بریلویوں پر ہی نہیں، دیوبندیوں پر بھی وارد ہوتا ہے۔اس لئے دونوں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گستاخ ہیں کیونکہ دونوں ہی اُن کے 'پیغمبر بنی اسرائیل' ہونے کے قرآنی ارشاد پر ایمان لانے کے مدعی بھی ہیں اور پھر اُن کی آمد ثانی کے لئے بھی چشم براہ ہیں۔

اس صورت حال کا تصور ہی ایک عاشق رسول کو خون کے آنسو رلانے والا ہے۔اسی لئے آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے اپنے تڑپا دینے والے کلام میں اپنے باطنی حزن والم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفونِ یثرب ؐ را نہ دادند ایں فضیلت را
زبوئے نافہ عرفاں چو محروم ازل بودند
پسند یدند درشانِ شہِ خلق ایں مذلت را
ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میّت را

(آئینہ کمالات اسلام ۔صفحہ 55اشاعت 1293ء)

یہ لوگ مسیح ناصریؑ کو قیامت تک زندہ سمجھتے ہیں مگر وہ مدفون یثرب کو یہ فضیلت نہیں دیتے۔ چونکہ نافۂ عرفان کی خوشبو سے ازلی محروم تھے اس لئے شہنشاہ عالَم کی شان میں یہ ذلّت پسند کی۔ انہوں نے اپنے عقیدہ سے تمام عیسائیوں کی مدد کی اسی وجہ سے مردہ پرست بھی دلیر ہوگئے۔

اَللّٰھُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ محمّدٍ ﷺ وَلاَ تَجْعَلْنَا مِنْھُم۔

❁❁❁

جماعت احمدیہ فجی کی ذیلی تنظیموں کے سالانہ اجتماعات کا انعقاد

(رپورٹ :فضل اللہ طارق ۔مبلغ فجی)

الحمدللہ کہ جماعت احمدیہ جزائر فجی کی ذیلی تنظیموں، انصاراللہ، لجنہ اماءاللہ اور خدام الاحمدیہ کو مورخہ 26,25 مارچ 2005ء بروز جمعۃ المبارک و ہفتہ بمقام مسجد رضوان، لٹوکا میں اپنا 30واں سالانہ اجتماع کامیابی کے ساتھ منعقد کرنے کی توفیق ملی ۔جس میں ویتی لیوو، ونوا لیوو، تاویونی اور امبی جزائر سے انصار، خدام، لجنہ، اطفال و ناصرات بشمول نومبائعین نے بھرپور حصہ لیا۔

مورخہ 25 مارچ کو اجتماع کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ 10:00 بجے صبح محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ فجی مولانا نعیم احمد چیمہ صاحب نے لوائے احمدیت اور محترم ڈاکٹر علی بریبو صاحب صدر انصاراللہ فجی نے فجی کا جھنڈا لہرایا۔ لجنہ اماء اللہ کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کے دوران مکرم امیر صاحب نے سیّدنا حضرت امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے خطاب لجنہ برموقع جلسہ سالانہ سوئٹزرلینڈ 2004ء کا خلاصہ پیش کیا۔اس دوران مسجد رضوان میں انصار للہ اور خدام الاحمدیہ کا مشترکہ افتتاحی پروگرام مکرم صدر صاحب انصاراللہ فجی کی زیر صدارت ہوا۔ تلاوت قرآن کریم، عہد اور نظم کے بعد صدر انصاراللہ نے خطاب فرمایا۔جس میں انہوں نے نماز با جماعت کی اہمیت اور اس کی برکات بیان فرمائیں۔اور اس کے بعد صدر مجلس خدام الاحمدیہ فجی مکرم خواجہ محمد لطیف صاحب نے اجتماع کے مقاصد اور خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریوں پر تقریر کی اور محترم صدر صاحب انصاراللہ نے دعا کروائی۔افتتاحی اجلاس کے بعد خدّام واطفال کے علمی مقابلہ جات کا آغاز احمدیہ پرائمری سکول لٹوکا، جو کہ مسجد رضوان کے قریب ہی واقع ہے میں ہوا۔ان مقابلہ جات میں حفظ قرآن، تلاوت قرآن کریم، نظم خوانی، حفظ نظم، اردو ریڈنگ، تقریر، فی البدیہہ تقاریر، پیغام رسانی کے علاوہ تمام خدام واطفال کا تحریری کوئز کا مقابلہ بھی شامل تھا۔12:00 بجے نماز جمعہ وعصر اور کھانے کا وقفہ ہوا اور 2:00 بجے دوپہر تا چار بجے تک ان مقابلہ جات کا دوبارہ سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد پہلے دن ورزشی مقابلہ جات شروع ہوئے جو شام تک جاری رہے۔

نماز مغرب وعشاء کے بعد تینوں مجالس کی مجالس شوریٰ کے اجلاس منعقد ہوئے، جس میں آئندہ سال کے لئے مجالس کے مالی بجٹ کے علاوہ مجالس سے آنے والی مختلف تجاویز پر سب کمیٹیاں بنائی گئیں اور افتتاحی اجلاس کے بعد سب کمیٹی ممبران نے مجوزہ تجاویز پر غور کیا اور اپنی سفارشات مرتب کیں جو دوسرے دن ہونے والی شوریٰ کے اجلاس میں نمائندگان مجالس کے اظہار رائے اور ان تجاویز کو آخری اور حتمی شکل میں منظور کئے جانے کے لئے رکھا گیا تا کہ بغرض منظوری سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کی جاسکیں۔

دوسرے دن کا آغاز بھی نماز تہجد و نماز فجر باجماعت سے ہوا جس کے بعد مکرم عبدالوہاب انڈرسن صاحب نے 23 مارچ کے حوالے سے آمد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موضوع پر درس دیا۔اس کے بعد مجالس شوریٰ کے اجلاس منعقد ہوئے اور 7:30 بجے صبح سے 11:30 تک ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔

نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے فوراً بعد اختتامی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم، نظم اور عہد دہرانے سے ہوا۔اس کے بعد صدران انصاراللہ و خدام الاحمدیہ نے اپنی اپنی رپورٹیں پیش کیں۔رپورٹوں کے بعد مکرم ومحترم امیر صاحب نے علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں پوزیشن لینے والے انصار، خدام اور اطفال میں انعامات تقسیم کئے۔آخر پر اختتامی خطاب فرمایا اور دعا کروائی اور اس طرح اجتماع بخیر وخوبی اپنے اختتام کو پہنچا۔

سالانہ اجتماع میں شامل ہونے والوں کی کل حاضری 250 رہی۔جس میں 30 نومبائعین بھی شامل ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام شامل ہونے والوں کے ایمان اور اخلاص اور نفوس میں ترقی دے۔آمین

❁❁❁❁